27
Twenty Seven Years of Publishing
نومبر 2019

ماہنامہ ولی اللہ

ارمغان

سیرت محمدی کا پیغام

مسلمان کی زندگی کی اصلی ساخت یہی ہے کہ یا تو اسلام کی دعوت اور عملی جدوجہد میں مشغول ہو، یا اس دعوت و عملی جدوجہد میں مشغول ہونے والوں کے لئے پشت پناہ و مددگار ہو، اس کے ساتھ بھی عملی جدوجہد میں حصہ لینے کا عزم اور شوق رکھتا ہو۔ مطمئن شہری اور محض کاروباری زندگی اسلامی زندگی نہیں، اور کسی طرح بھی یہ ایک مسلمان کا مقصود حیات نہیں ہوسکتا، جائز مشاغل زندگی، جائز وسائل معیشت ہرگز ممنوع نہیں بلکہ نیت و اجر طلبی کے ساتھ عبادت و قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں مگر یہ سب دین کے سایہ میں ہوں، اور صحیح مقاصد کا وسیلہ ہوں نہ کہ خود مقصود بالذات۔

سیرت محمدی کا یہ سب سے بڑا پیغام ہے، جو خالص مسلمانوں کے نام ہے۔ (کاروان مدینہ، ص ۱۲۲)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

₹ 25/-

ARMUGHAN, PHULAT
Muzaffar Nagar-251201 (U.P.)
پھلت، ضلع مظفر نگر (یوپی)
www.armughan.net
جمعیت شاہ ولی اللہ
JSW
Jamiat Shah Waliullah

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۷ شمارہ ۱۱ نومبر ۲۰۱۹ء مطابق ربیع اوّل ۱۴۴۱ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صد یقی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ھا رون مظاھری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیراعزازی:ایوب بھا ئی بارڈولی وا لے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیرقانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ

موبا ئیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ25روپے ❖ سالانہ300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے500روپے

❖ اعزازی تعاون1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ8000روپے(برائے۲۰سال)

پرنٹر پبلشر **محمد ادریس قریشی** نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھُلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر:وصی سلیمان ندوی)

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	عالمِ نو	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۵
☆	رواجی اور حقیقی مسلمان....	مولانا محمد کلیم صدیقی	۷
☆	رحمت نبوی کے چند گوشے	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۲
☆	مدحت سلطان مدینہ (نعت)	حضرت جگر مرادآبادی	۱۵
☆	نعت رسول مقبول اور غیر مسلم شعراء	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی	۱۶
☆	رسول اکرم ﷺ بحیثیت شوہر	مفتی محمد عبداللہ قاسمی	۱۹
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	**محمد ذاکر اعظمی ندوی**	۲۱
☆	قاضی اطہر مبارک پوری اور ان کی کتاب...	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۶
☆	پاسباں مل جائیں گے کعبہ کو صنم خانہ سے	مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی	۳۱
☆	عشق مصطفیٰ ﷺ باقی!	مفتی مجیب الرحمٰن دیورگی	۳۶
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **نومبر** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

بابری مسجد اور کملیش تیواری

۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت کا واقعہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے صرف ایک مسجد کی شہادت کا نہیں، بلکہ ایک طرح سے اس ملک میں سیکولرزم کی شہادت، اور بحیثیت مسلمان ان کی موت وحیات کا واقعہ تھا، اس کے نتیجہ میں پھوٹ پڑنے والے فسادات میں بڑے پیمانہ پر مسلمانوں کے جان ومال کا ضیاع ہوا، اور پوری دنیا میں ہمارے ملک کی شبیہ خراب ہوئی، اور خود حکومت کے ذمہ داروں نے اسی مقام پر دوبارہ مسجد بنانے کا وعدہ کیا، لیکن جذباتی نعروں اور مسلسل فرقہ وارانہ ماحول کی وجہ سے یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا، اس دوران پہلے الہ آباد ہائی کورٹ میں، اور پھر سپریم کورٹ میں اس کا ٹائٹل سوٹ کا مقدمہ چلا، اور اس زمین کا مالک کون ہے اس پر بحث جاری رہی، اور دونوں طرف سے اس سلسلہ میں دلائل دیئے گئے، ہماری سپریم کورٹ نے مسلسل چالیس دنوں تک شنوائی کر کے اس پر بحث مکمل کر لی ہے، اور نومبر ماہ کے وسط تک اس کا فیصلہ آجانے کی امید ہے، یہ فیصلہ 16 نومبر تک آنا اس لئے بھی ضروری ہے، کیونکہ 17/نومبر کو پانچ رکنی بنچ کے ایک رکن چیف جسٹس رنجن گوگوئی ریٹائر ہوجائیں گے، اور اگر وہ فیصلہ سنائے بغیر ریٹائر ہوگئے تو پھر نئی بنچ کی تشکیل کرنی پڑے گی اور اس معاملے کی ازسرنو سماعت کرنی ہوگی، خود موجودہ چیف جسٹس نے بھی اس مدت میں اس کا فیصلہ سنا دینے کا اعلان کر دیا ہے، اس لئے اب پوری دنیا کی نگاہیں اس فیصلہ کی طرف ہیں، ہر طبقہ میں اس سلسلہ میں چہ میگوئیاں جاری ہیں، اور لوگ بجا طور پر عدالت عالیہ سے حق وانصاف کی بحالی، اور شواہد وثبوت کی بنیاد پر درست فیصلہ کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔

اچانک اس دوران یہ خبر گردش میں آئی کہ یوپی سنی سنٹرل وقف بورڈ کے چیرمین زُفر فاروقی نے مفاہمت کمیٹی کے ایک رکن سری رام پانچو کے ذریعہ عدالت کو ایک خط سپرد کیا گیا ہے، جس کی رو سے وہ چند شرائط کے ساتھ بابری مسجد کے دعویٰ سے دستبردار ہوسکتے ہیں، اس کے بعد سے مسلم پرسنل لا بورڈ اور جمعیت علمائے ہند جو اس مقدمہ میں فریق ہیں، کچھ لوگ ان کے بارے میں بھی شکوک وشبہات پھیلانے، اور اپنی قیادت کی جانب سے بے چینی کا اظہار کرنے لگے ہیں، ورتأثر یہ دیا جارہا ہے گویا بابری مسجد کا سودا ہوگیا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس بار مسلسل چالیس دنوں کی عدالتی کاروائی کی تقریباً پوری رپورٹ اخباروں اور دوسرے ذرائع سے ہمارے سامنے پیش کی جاتی رہی ہے، اور بابری مسجد کے وکیلوں جناب راجیو دھون اور ظفریاب جیلانی وغیرہ نے جس انداز میں بحث کی، اس سے ہمارے تمام طبقات مطمئن نظر آئے ہیں، اور اس کی بنیاد پر مسلمانوں کو یہ امید قائم ہوئی ہے کہ اس قضیہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوگا، اور ہماری عدالت عالیہ انصاف کا سر بلند کر کے ساری دنیا میں ہمارے ملک کا نام روشن کرے گی۔

اس موقع پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ بابری مسجد سے متعلق ہماری مسلم قیادت جس حد تک کرسکتی تھی، انھوں نے اس میں

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے، اور ہماری ملی تنظیموں نے اپنی بساط بھر اپنی توانائیاں صرف کی ہیں، مسلم فریق کے وکیلوں بھی نے شاندار اور جاندار بحث کی ہے، اور کہا جا سکتا ہے کہ شاید اس سے عمدہ بحث نہیں کی جا سکتی تھی، مسلم فریق نے امکانی حد تک نا قابل تردید شواہد پیش کر دیئے ہیں، اس کے بالمقابل ہندو فریق کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہا ہے، اس لئے اس موقع پر ہم مسلمانوں کو صبر وضبط، احتیاط اور برداشت کا مظاہرہ کرنا ہے، اپنی قیادت پر اعتماد کرنا ہے، بے جا الزام در الزام کی پالیسی سے دور رہنا ہے، اور اللہ کے بھروسہ پر یہ امید کرنی ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا اور عدل وانصاف کا سینہ چھلنی نہیں کیا جائے گا۔ اسی کے ساتھ بہت زیادہ ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ہم مسلمان اللہ سے لو لگائیں، اس کی فرمانبرداری کا عہد کر کے اس سلسلہ میں حق وانصاف کے حصول کے لئے دعائیں مانگیں، اور فیصلہ آجانے کے بعد اپنی قیادت پر بھروسہ کرتے ہوئے آئندہ کی حکمت عملی طے کریں۔

اسی دوران ۱۸/اکتوبر کو لکھنؤ میں ایک قوم پرست ہندو لیڈر کملیش تیواری کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اور اس کا الزام مسلمانوں پر عائد کیا گیا اور مختلف مقامات سے کئی مسلمان گرفتار کئے گئے، کملیش تیواری وہ آدمی ہے، جس نے سن ۲۰۱۷ء میں انسانیت کے محسن، اور رحمت عالم نبی ﷺ کے خلاف ایک گھٹیا اور بیہودہ بیان جاری کیا تھا، اور مسلمانوں کی دل آزاری کی تھی، اور اس وقت مسلمانوں نے اس کے خلاف مظاہرے کئے تھے، اس کے قتل کے بعد شک کی سوئی سیدھے مسلمانوں کی طرف گھما دی گئی، اور ملک کی فضا کو ایک بار پھر مکدر کر دیا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم مسلمانوں کو اپنے نبی سے جو غیر معمولی محبت ہے، اس کو دنیا کے کسی بھی پیمانے سے نہیں ناپا جا سکتا، اور وہ اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی غیر مسلم کی طرف سے اس سلسلہ میں دل آزاری کا کوئی بیان آتا ہے تو وہ دل مسوس کر رہ جاتے ہیں، اور کسی بھی حد تک جانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اس لئے دنیا کی تمام اقوام کو ایسے کسی بھی عمل سے احتیاط کرنی چاہئے، جس سے پیغمبر اسلام کی کی اہانت کا کوئی ادنیٰ پہلو بھی نکلتا ہو۔ لیکن یہاں ایک سوال خود مسلمانوں سے بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہماری محبت کیا صرف جذباتی نعروں کے ردعمل اور مخالفانہ کاروائیوں کے جواب دہی کے لئے ہی ہے، ان کی تعلیمات پر عمل، ان کی سنتوں کی اتباع، ان کے طریقہ کی پابندی، ان کے ارشادات کے سامنے بے چوں وچرا سر جھکانا، ان کی عظمت کے نغمے گانا، اور زمزمے بلند کرنا، اور اس سے آگے بڑھ کر ان کی شخصیت کا تعارف کرانا، ان کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دینا کیا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔

ہماری ذمہ داری یہ بھی ہے کہ تمام غیر مسلم بھائیوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پہنچائی جائے، خاص کر آپ ﷺ کی بلند اخلاقی کے واقعات اور انسانیت نواز تعلیمات کو عام کیا جائے، ملک کی مقامی زبانوں میں سیرت کا لٹریچر زیادہ سے زیادہ مقدار میں شائع کیا جائے اور ایک ایک غیر مسلم بھائی تک اس کو پہنچانے کی کوشش کی جائے، ہر صاحب استطاعت مسلمان یہ طے کرے کہ وہ انگریزی، ہندی یا کسی مقامی زبان میں کسی سیرت کی کتاب کے ایک سو تا ایک ہزار نسخے اپنے برادران وطن تک پہنچائے گا، ہاسپٹل جا کر مریضوں میں، ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹینڈوں پر، مسافروں میں، اسکولوں اور کالجوں میں، تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا حقیقی اظہار ہوگا، اس سے غلط فہمیوں کے بادل چھٹیں گے، لوگ آپ ﷺ کی ہستی کو پہچانیں گے اور آپ ﷺ کی محبت وعظمت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوگی۔

وصی سلیمان ندوی

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

عالم نو

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ کی سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر ایک شاہ کار تحریر

یوں تو اس دنیا کی عمر بہت بتلائی جاتی ہے مگر یہ دنیا کئی بار سو سو کر جاگی ہے، اور مر مر کر زندہ ہوئی ہے، آخری بار جب یہ موت کی نیند سے بیدار ہوئی، اور اس نے عقل و ہوش کی آنکھیں کھولیں وہ وہ دن تھا جب مکہ کے سردار عبدالمطلب کے گھر پوتا پیدا ہوا، وہ پیدا ہوا تو یتیم تھا، مگر اس نے پوری انسانیت کی سرپرستی کی اور دنیا کو نئی زندگی بخشی، سوتے میں جو عمر کٹی وہ کیا عمر ہے؟ خودکشی میں جو وقت گزرا وہ کیا زندگی ہے؟ اس لئے سچ پوچھئے تو موجودہ دنیا کی کام کی عمر چودہ سو برس سے زائد نہیں۔

چھٹی صدی مسیحی میں انسانیت کی گاڑی ایک ڈھلوان راستہ پر تھی، اندھیرا پھیلتا جارہا تھا، راستے کا نشیب بڑھتا جارہا تھا، اور رفتار تیز ہوتی جارہی تھی، اس گاڑی پر انسانیت کا پورا قافلہ اور آدم ؑ کا سارا کنبہ سوار تھا، ہزاروں برس کی تہذیبیں، اور لاکھوں انسانوں کی محنتیں تھیں، گاڑی کے سوار میٹھی نیند سو رہے تھے، یا زیادہ اور اچھی جگہ حاصل کرنے کے لئے آپس میں دست و گریباں تھے، کچھ تنک مزاج تھے، جو سب ساتھیوں سے روٹھتے تو ایک طرف سے دوسری طرف منھ پھیر کر بیٹھ جاتے، کچھ ایسے تھے جو اپنے جیسے لوگوں پر حکم چلاتے، کچھ کھانے پکانے میں مشغول تھے، کچھ گانے بجانے میں مصروف، مگر کوئی یہ نہ دیکھتا کہ گاڑی کس غار کی طرف جارہی ہے، اور اب وہ کتنا قریب رہ گیا ہے۔

انسانیت کا جسم تر و تازہ تھا، مگر نڈھال، دماغ تھکا ہوا، ضمیر بے حس و مردہ، نبضیں ڈوب رہی تھیں، اور آنکھیں پتھرانے والی تھیں، ایمان و یقین کی دولت سے عرصہ ہوا یہ انسانیت محروم ہوچکی تھی، پورے پورے ملک میں ڈھونڈنے سے ایک صاحب یقین نہ ملتا، توہّمات کا ساری دنیا پر قبضہ تھا، انسانیت نے اپنے کو خود ذلیل کیا تھا، انسان نے اپنے غلاموں اور چاکروں کے سامنے سر جھکایا تھا، ایک خدا کے سوا سب کے سامنے اس کو جھکنا منظور تھا، حرام اس کے منھ کو لگ گیا تھا :

شراب اس کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
جوا اس کی دن رات کی دل لگی تھی

بادشاہ دوسروں کے خون پر پلتے تھے، اور بستیاں اجاڑ کر بستے تھے، ان کے کتے موج کرتے اور انسان دانہ دانہ کو ترستے، زندگی کا معیار اتنا بلند ہوگیا تھا کہ جینا دوبھر تھا، جو اس معیار پر پورا نہ اترے وہ جانور سمجھا جاتا تھا، نئے نئے ٹیکسوں سے کسانوں اور دستکاروں کی کمر جھکی اور کمر ٹوٹی جاتی تھی، لڑائی اور بات کی بات میں ملکوں کی صفائی اور قوموں کی تباہی ان کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، سب زندگی کی فکروں میں گرفتار اور ظلم و زیادتی سے زار و نزار تھے، پورے پورے ملک میں ایک اللہ کا بندہ ایسا نہ ملتا جس کو اپنے پیدا کرنے والے کی رضامندی کی فکر ہو، یا راستے کی سچی تلاش ہو، غرض یہ نام کی زندگی تھی مگر حقیقت میں ایک وسیع اور طویل خودکشی۔

دنیا کی اصلاح انسانوں کے بس سے باہر تھی، پانی سر سے اونچا ہوگیا تھا، معاملہ ایک ملک کی آزادی اور ایک قوم کی ترقی کا نہ تھا، معاملہ پوری انسانیت کی موت اور زندگی کا تھا، سوال کسی ایک خرابی کا نہ تھا، انسانیت کا بدن داغ داغ تھا، دامن تار تار، اصلاح کے لئے جو آگے بڑھے وہ یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے :

تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

فلسفی اور حکیم، شاعر اور ادیب، کوئی اس میدان کا مرد نہ نکلا،

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

سب اس وبا کے شکار تھے، مریض، مریض کا علاج کس طرح کرے؟ جو خود یقین سے خالی ہو، وہ دوسروں کو کس طرح یقین سے بھر دے؟ جو خود پیاسا ہو، دوسروں کی پیاس کس طرح بجھائے؟ انسانیت کی قسمت پر بھاری قفل پڑا تھا اور کنجی گم تھی، زندگی کی ڈور الجھ گئی تھی اور سرا نہ ملتا تھا۔

اس دنیا کے مالک کو اپنے گھر کا یہ نقشہ پسند نہ تھا، آخر کار اس نے عرب کی آزاد اور سادہ قوم میں جو فطرت سے قریب تھی، ایک پیغمبرؐ بھیجا کہ پیغمبرؐ کے سوا اب اس بگڑی دنیا کو کوئی بنا نہیں سکتا تھا، اس پیغمبر کا نام نامی محمد بن عبداللہ ہے اللہ کے لاکھوں سلام و درود ہوں ان پر

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

اس زندگی کی ہر چیز سلامت تھی مگر بے جگہ و بے قرینہ، زندگی کا پہیہ گھوم رہا تھا، مگر غلط رخ پر، اصل خرابی یہ تھی کہ زندگی کی چول کھسک گئی تھی، اور ساری خرابی اسی کی تھی، یہ چول کیا تھی؟ اپنے اور اس دنیا کے بنانے والے کا صحیح علم، اسی کی بندگی اور تابعداری کا فیصلہ، اس کے پیغمبروں کو ماننا اور ان کی ہدایت و تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنا اور دوسری زندگی کا یقین۔

انھوں نے اس زندگی کی چول بٹھادی، مگر اپنی زندگی اور اپنے خاندان کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر، اور اپنا سب کچھ قربان کر کے، انھوں نے اس مقصد کی خاطر بادشاہی کا تاج ٹھکرادیا، دولت اور عیش کی بڑی سے بڑی پیش کش کو نامنظور کیا، محبوب وطن کو چھوڑا، ساری عمر بے آرام رہے، پیٹ پر پتھر باندھے، کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا، گھر والوں کو فقر و فاقہ میں شریک رکھا، دنیا کی ہر قربانی میں، ہر خطرے میں پیش پیش، اور ہر فائدہ اور ہر لذت سے دور دور، لیکن دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے، جب تک دنیا کو صحیح رخ پر نہ ڈال دیا، اور تاریخ کا دھارا نہ بدل دیا۔

تیئس برس میں دنیا کا رخ پلٹ گیا، دنیا کا ضمیر جاگ گیا، نیکی کا رجحان پیدا ہوگیا، اچھے برے کی تمیز ہونے لگی، خدا کی بندگی کا راستہ کھل گیا، انسان کو انسان کے سامنے اور اپنے خادموں کے سامنے جھکنے میں شرم محسوس ہونے لگی، اونچ نیچ دور ہوئی قومی و نسلی غرور ٹوٹا، عورتوں کو حقوق ملے، مزدوروں و بے بسوں کی ڈھارس بندھی، غرض دیکھتے دیکھتے دنیا بدل گئی جہاں پورے پورے ملک میں ایک خدا سے ڈرنے والا نظر نہ آتا، وہاں لاکھوں کی تعداد میں ایسے انسان پیدا ہو گئے، جو اندھیرے اجالے میں خدا سے ڈرنے والے تھے، جو یقین کی دولت سے مالا مال تھے، جو دشمن کے ساتھ انصاف کرتے تھے، جو حق کے معاملے میں اپنی اولاد کی پرواہ نہ کرتے تھے، جو اپنے خلاف گواہی دینے کے لئے تیار رہتے، جو دوسروں کے آرام کی خاطر مصیبت برداشت کرتے جو کمزوروں کو طاقتور پر ترجیح دیتے، رات کے عبادت گزار، دن کے شہسوار، دولت، حکومت، طاقت، خواہشات، سب پر حاکم، سب پر غالب، صرف ایک اللہ کے محکوم، صرف ایک اللہ کے غلام، انھوں نے اس دنیا کو علم، یقین، امن، تہذیب، روحانیت اور خدا کے ذکر سے بھر دیا۔

زمانے کی رت بدل گئی، انسان کیا بدلا، جہان بدل گیا، زمین و آسمان بدل گئے، یہ سارا انقلاب اسی پیغمبر ﷺ کی کوشش اور تعلیم کا نتیجہ ہے، آدمؑ کی اولاد پر آدمؑ کے کسی فرزند کا اتنا احسان نہیں، جیسا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دنیا کے انسانوں پر ہے، اگر اس دنیا سے وہ سب لے لیا جائے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو عطا کیا ہے، تو انسانی تہذیب ہزاروں برس پیچھے چلی جائے گی اور اس کو اپنی زندگی کی عزیز ترین چیزوں سے محروم ہونا پڑے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا دن مبارک کیوں نہ ہو کہ اس دن دنیا کا سب سے مبارک انسان پیدا ہو جس نے اس دنیا کو نیا ایمان اور نئی زندگی عطا کی۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
وہ سب پود انھیں کی لگائی ہوئی ہے

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

رواجی اور حقیقی مسلمان اور کار دعوت کی ترغیب

پوسد مہاراشٹر میں داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی کا ایک فکر انگیز خطاب

[چوتھی قسط]

ترتیب: مفتی محمد روشن شاہ قاسمی، بانی و مہتمم دارالعلوم سونوری، ضلع اکولہ

آثار قرب قیامت

پچھلے دنوں میں نے بتایا تھا کہ مکہ معظّمہ کی دونشانیاں ڈیڑھ دوسال پہلے مکمل ہوئی ہیں، اُس میں ایک یہ تھا کہ حرم کے قریب اونچے پہاڑ ہٹادیئے جائیں گے، سب سے اونچا پہاڑ جبل عمر تھا، وہ ہٹا دیا گیا جو لوگ وہاں جاتے ہیں وہ دیکھتے ہیں، دوسرا یہ تھا کہ زمین کا سینہ چیر کر سرنگیں ملا دی جائیں گی فخیں ملا دی جائیں گی، سرنگوں کے راستوں کا جو پروجیکٹ ہے، وہ بھی مکمل ہوگیا ہے۔

ابھی کچھ ہفتہ پہلے ٹائمس آف انڈیا میں تھا ''دی گلیکسی'' ایک میگزین نکلتا ہے، علم الافلاک کے سلسلہ میں، ایک تحقیقی ادارہ ہے واشنگٹن میں، وہاں سے اُن کے ڈائریکٹر کی تھیسس آرہی ہے، جس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ نظام شمسی جو ہے ہمارا، اس میں چاروں طرف سیارے گھوم رہے ہیں، تو سورج کے بعد ایک سیارہ ہے، پھر دوسرا ہے، اور پھر اُس کے بعد مریخ ہے، پھر زہرہ، پھر مشتری، پھر زمین، اُن کی تھیسس آئی تھی کہ مریخ تک یعنی تین سیاروں میں ایک ایک دفعہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکل چکا ہے، سچے نبیؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نہ نکل جائے، اور بہت جلدی پھر، زہرہ کے اوپر نکلے گا، پھر مشتری پر نکلے گا، اور پھر اُس کے بعد زمین پر نکلنے والا ہے، زمین و چاند اور سورج کی گردش جس طرح چل رہی ہے، اس کے اعتبار سے بہت جلدی وہ وقت آرہا ہے کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنے والا ہے، اس لئے یہی وقت ہے قرب قیامت کا، جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کا انتظام کررہے ہیں، اور جوق در جوق لوگ ہدایت یاب ہورہے ہیں، روز خبریں سننے کو ملتی رہتی ہیں دنیا میں جوق در جوق اسلام قبول کرنے والوں کی۔

کیا کالے بھی مسلمان ہو سکتے ہیں؟

آپ نے سنا ہوگا برطانیہ میں پچھلے دنوں اخبار میں آیا تھا کہ ۲۰۰۲ء سے لے کر ۲۰۱۰ء تک پچاس ہزار ایسی گوری عورتیں مسلمان ہوچکی تھیں جن کے رجسٹریشن ہوگئے ہیں، بہت سی ایسی ہوں گی جن کے رجسٹریشن نہیں ہوئے ہوں گے، کالی کتنی ہوں گی مرد کتنے ہوں گے، برطانیہ میں یہ حال ہے، پچھلے دنوں میں ایک پروگرام ادھر کا ملتوی ہوا تھا، اس وقت ''نیروبی'' سے ایک صاحب کا فون آیا تھا، کہ ہماری جماعت کے شوریٰ کے ذمہ دار ہیں کہتے ہیں کہ یہاں چودہ ہزار لوگ ایک سال سے ہمارے سر ہیں کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں، ہم تو ان کو کلمہ پڑھوا نہیں رہے تھے، ایک مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے بہت ڈانٹا، اور آپ کا نمبر دیا کہ جلدی سے ان کو بلاؤ، ان کو ابھی کلمہ پڑھواؤ اور باقی لوگوں پر بھی آگے کام کرو، تو میں نے ان سے کہا اچھا جلدی سے آپ آجایئے، دوتین دن کے بعد ''ملاوی'' سے فون آیا، ایک صاحب ہمارے یہاں سے انگریزی اور عربی کے ترجمہ کے سلسلہ میں وہاں گئے تھے، اُن کا فون آیا کہ ہمارے یہاں کچھ کالے لوگ آئے تھے، اُنہوں نے کہا ہے کہ پندرہ ۱۵/ملا چاہیے، میں نے پوچھا کیا کروگے، وہ کہنے لگے کہ ہمیں نماز پڑھتے ہوئے مسلمان بہت اچھے لگتے ہیں، ہم نے چھپر کی مسجدیں بنوائی ہیں، ہم نماز

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

پڑھا کریں گے، میں نے پوچھا تم نماز پڑھا کروگے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مسلمان بھی ہوگے، انھوں نے بڑی حیرت سے پوچھا: کہ کالے بھی مسلمان ہوسکتے ہیں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں ہوسکتے ہیں، انھوں نے کہا: اچھا ہم اپنی قوم کے پاس جاتے ہیں اور ان سے بات کرتے ہیں۔ وہ قوم کے پاس گئے اور دو تین دن کے بعد مشورہ کرکے آئے کہ ہمارے تراسی ۸۳/ گاؤں ہیں، ہماری قوم کے سوا لاکھ لوگ ہیں، وہ سب مسلمان ہونا چاہتے ہیں، ہمارے ساتھ چلو، جن کا فون آیا تھا انھوں نے پوچھا: ہم کیا کریں، میں نے کہا: بالکل جایئے فوراً، انھوں نے کہا وہ دعوتی سنٹر بنوانا چاہتے ہیں ''دارارقم''۔ تو میں نے کہا اچھا بلا لیجئے، تو پہلی تاریخ طے ہوگئی ہے، وہ آئیں گے، انھوں نے کہا آپ آجایئے تو بہت اچھا رہے گا، میں نے کہا: میں بھی آتا ہوں، میں نے سوچا ہمیں بھی سعادت مل جائے گی، پھر ایک تاریخ طے ہوگئی، لیکن ان دنوں میری طبیعت خراب ہوگئی، میرا گردے کی تکلیف کی وجہ سے، اور کئی دوسرے عوارض کی وجہ سے جانا نہیں ہوسکا، تو میں نے ساؤتھ افریقہ میں ایک دو دوستوں سے درخواست کی، وہ لوگ گئے ''پریسیڈنٹ آف ملاوی'' جو عیسائی ہیں وہ تقریب میں شریک رہے، سوا لاکھ لوگوں نے اجتماعی طور پر اسلام قبول کیا، موجود لوگوں نے وہاں اسلام قبول کیا اور باقی لوگوں کو بھیج دیا گیا، عورتیں بچے رہ گئے تھے، انہیں وہاں کلمہ پڑھوایا گیا، اور وہاں نمازیں شروع ہوگئیں، اکثر بستیوں میں اماموں کا انتظام ہوگیا ہے، تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہورہے ہیں، اس وقت ایسا حال ہے۔

میرا فون بند رہتا ہے، عام طور پر میرے دوستوں کو سب سے زیادہ اسی کی شکایت ہے، ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' کے نام سے جو انٹرویو چھپے ہیں، اُن میں بھی بہت سے لوگوں نے شکایت کی ہے کہ آپ کا فون ملتا نہیں ہے، اس لئے فون کھولتا ہوں تو بس وہ بجتا ہی رہتا ہے، گاؤں کا آدمی ہوں، دیہاتی اور موٹی عقل کا ہوں، ظاہر ہے فون استعمال کرنے کے لئے بڑی ذہانت اور ہوشیاری چاہیے، جو میرے بس کی نہیں، تو میں کسی ضرورت سے فون کھولتا ہوں تو فوراً بند کردیتا ہوں، اتنا کم کھلتا ہے، اس کے باوجود پچھلے چار مہینے کی بات کررہا ہوں کہ اوسطاً تین لوگ کم سے کم روزانہ کلمہ پڑھ لیتے ہیں، علاوہ اُن دنوں کے بیس ۲۰/ دن میں حرمین شریفین حج کے لئے گیا تھا، وہاں بھی ۲۰/ دن کے اندر اکیس لوگوں نے فون پر کلمہ پڑا، اُس فون پر جس پر میں کلمہ پڑھا رہا ہوں، وہ مہینوں سے بے چارے فون ٹرائی کرتے ہوں گے تب جاکر فون ملتا ہوگا، ڈھونڈ کر پیچھا کرکے لوگ لائن میں لگے ہوئے ہیں، لیکن جب ہم غور کرتے ہیں، اسلام قبول کرنے والوں کے اور قبول اسلام کے حالات پر، تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں میرے بزرگو! جو انتہائی خطرناک صورت حال ہے، جس کو میں اپنا گھر والا ہونے کی وجہ سے، اور دھندے کے طور پر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر کسی علاقہ میں ایک ہزار لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں تو اُن میں نوسو ننانوے لوگوں کے قبول اسلام میں کسی مسلمان کی کوششوں کو دخل نہیں ہوتا، بلکہ اکثر تو یہ ہورہا ہے کہ ایسی ایسی چیزیں اسلام کی کشش کا ذریعہ بن رہی ہیں، جنہیں اسلام سے دور کرنے کا ذریعہ بننا چاہئے تھا۔

اللہ خود ہدایت کا انتظام فرمارہے ہیں

یہ ماسٹر عامر صاحب آپ کے سامنے موجود ہیں، آپ کے اور ہمارے سب کے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر گئے ہیں، یہ کیوں مسلمان ہوئے، بابری مسجد کو شہید کرنے میں شریک ہوئے تھے، اس لئے اللہ نے ہدایت دیدی، اور اس کے علاوہ کوئی وجہ نہیں ہے ایسے اٹھائیس ۲۸/ کارسیوک ہمارے ساتھ شامل ہیں دعوتی کارواں میں، جن کے قبول اسلام میں صرف بابری مسجد کو شہید کرنے میں شریک ہونا، ان کے لئے ہدایت کا ذریعہ بن گیا، میرے گھر کو کوئی بری نگاہ سے دیکھے گا تو میں اُس کی آنکھ نکالنے کی کوشش کروں گا، احکم الحاکمین ہم پر اتمام حجت کررہے ہیں کہ وہ اپنے گھر گرانے کو ذریعۂ ہدایت بنارہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ تم

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے بھروسے ہم اپنے بندوں کو ہدایت سے محروم رکھیں گے۔ ہمارے یہاں تو ابھی اسی پر بحثیں چل رہی ہیں کہ صاحب، کافر کو قرآن دیا بھی جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیا اسلام قبول کرنے والا ہماری مسجدوں میں آسکتا ہے یا نہیں۔ لوگ کہہ دیتے ہیں، دیکھو صاحب ناپاک کو مسجد میں لے آئے، نہ نہلایا نہ دھلایا۔

ہمارے ڈاکٹر نعیم بھائی ایک صاحب کے بارے میں بتا رہے تھے کہ انھوں نے مسلمانوں پر الزام لگایا کہ وہ تین ۳ر سال سے، کہہ رہے تھے، کہ مجھے قرآن مجید دے دو، لوگوں نے دیا نہیں، میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا انھوں نے کسی سے مانگا تھا، انہوں نے بتایا کہ ایک صاحب سے مانگا تھا، تو انہوں نے کہا کہ وہ تو ناپاک ہوتے ہیں اُنہیں قرآن مجید کیا دیں، ہم رواجی دین میں جیتے ہیں، اس لئے یہ حال ہے ہمارا، اللہ کے نبی ﷺ نے چار سو بتیس ۴۳۲ر بعض روایتوں میں تین سو بتیس ۳۳۲ر خطوط غیر مسلم بادشاہوں، امیروں، اور رئیسوں کے نام لکھے ہیں، جو مکتوبات نبوی کے نام سے ہمارے یہاں موجود ہیں، ان مکتوبات میں صفحے کے صفحے قرآن مجید کے لکھ کر اپنے دست اقدس سے اپنی مہر لگا کر ہمارے نبی ﷺ نے بھجوائے، اُن کی طلب پر نہیں، از خود بھجوائے، اور تم ان کو قرآن سے روکو گے اور مسجدوں کے دروازے بند کرو گے

ڈاکٹر اسلم عبداللہ امریکہ سے تشریف لائے ہوئے ہیں، وہ وہاں شگاگو میں دعوتی کام کرتے ہیں اور ایک دعوتی سینٹر چلاتے ہیں، ابھی قرآن کانفرنس ہو رہی تھی دہلی میں، اُنہوں نے وہاں کے حالات سنائے کہ امریکہ میں عام رجحان یہ ہو رہا ہے، کہ مختلف چرچوں میں ہفتہ میں دو دن درس قرآن ہوتا ہے، اور پیسے دے کر اور اُجرت دے کر مسلمان اسکالر کو بلا کر وہ لوگ درس دلواتے ہیں، اُس میں قرآن تقسیم ہوتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ ہفتہ میں دو تین اور بعض دفعہ پانچ لوگ آکر از خود مسلمان ہو جاتے ہیں، چرچوں میں گرجاؤں میں، وہ کہہ رہے تھے، بتیس ۳۲ر گرجائیں ایسی ہیں جہاں ہماری تنظیم درس قرآن کا انتظام کرتی ہے، اور کنسپٹ اُن کا یہ ہے کہ انجیل، زبور اور توریت آسمانی کتابیں ہیں اور چوتھی بڑی کتاب قرآن مجید ہے، تو جب تک چاروں مکمل نہ ہو جائیں تو وہ کیسے مہم پوری ہوگی، اس لئے قرآن کا بھی درس ہونا چاہیے، تم دروازے مسجد کے بند کردو گے تو ہم گرجاؤں میں اپنے کلام کو پڑھائیں گے، اور وہاں سے اسلام کی دعوت کا کام لیں گے۔

برطانیہ کے فوجیوں کا قبول اسلام

پچھلے دنوں ٹیلی گرام جو انگلینڈ کا اخبار ہے، اُس کی خبر بتائی ہمارے مولوی اویس نے، کہ برطانیہ میں ابھی ایک آرڈی نینس جاری کیا ہے وہاں کی حکومت نے، کہ پولس والوں کو اور ملیٹری والوں کو قرآن وحدیث کا ایک خاص نصاب بنایا گیا ہے اُس کا پڑھنا لازمی ہوگا، اور اُس کا کنسپٹ یہ ہے کہ لا اینڈ آڈر کے سلسلہ میں ٹیررازم اور دہشت گردی ایک مسئلہ ہے اور چونکہ مسلمان اس دہشت گردی کے دائرہ میں آتے ہیں، اس لئے اُن کو بتایا جائے کہ اسلام دہشت گردی نہیں سکھاتا، اسلام امن کا اور انصاف کا اور رحم دلی کا مذہب ہے، مثبت قسم کا نصاب تیار کیا ہے اُنہوں نے، مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے کہ اسلام رحم دلی کا اور عدل کا مذہب ہے، کسی کی ناحق جان لینا اسلام میں جائز نہیں ہے، کسی اسلامی ملک کے کسی پولس والے کو اور ملٹری والے کو میں نے نہیں سنا کہ سرکاری طور پر دوران ٹریننگ اسے اتنا اسلام پڑھایا جائے گا، جیسا وہاں پڑھایا جارہا ہے۔

آپ جب پہنچائیں گے تب ہی پہنچے گا، ایسا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ خود کر رہے ہیں اپنے بندوں کی ہدایت کا انتظام، کیسی کیسی قومیں اور کیسے کیسے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، جوق در جوق لوگ آرہے ہیں اسلام میں، ساری دنیا کے حالات ایسے ہیں، جہاں چلے جایئے دیکھئے وہاں ہی ایسا حال ہے۔

اسلام کے دشمنوں کی اسلامی سوچ

ابھی کچھ سال پہلے نیپال ہندو راشٹر تھا، ہمارے داعی

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

دوتین لوگ ٹریننگ لے کر گئے، یہاں سے ۳؍مہینے کا دعوتی تربیتی کورس کر کے گئے، ان لگوں نے پوچھا کیا کریں ہم، میں نے کہا کہ جایئے نیپال، اور نیپال میں کام کیجئے۔ وہ چلے گئے، یہاں تو سوچا نہیں اُنہوں نے، وہاں گئے تو وہاں ایک قانونی مشکل پیش آئی کہ بھائی یہ تو ہندو راشٹر ہے اور یہاں پر کسی کو مذہب بدلنے کی، یا مسلمان ہونے کی قانونی اجازت ہی نہیں ہے، یہاں کیسے دعوت کا کام کریں گے، میں نے کہا ہم اللہ کے بندے ہیں، آپ سمجھایئے اُن لوگوں کو، اعلان نہ کروایئے، اندر سے تو دل بدلنے کا کام کیجئے، اللہ قانون بھی بدلیں گے، صرف ایک ہفتہ کے بعد اللہ کا فضل ایسا ہوا کہ تختہ پلٹ گیا، اور ماؤنوازوں کی سیکولر حکومت قائم ہوگئی، اُنہوں نے اعلان کر دیا کہ یہ سیکولر ملک ہے، ابھی ہمارے ایک دوست نے جو وہاں ماسٹر ہیں ایک بڑے اسکول میں، اُنہوں نے فون پر مجھے بتایا کہ یہاں اخبارات میں خبر آئی ہے کہ پچھلے چند دنوں گورکھا کے ایک خاص صوبہ میں بہت سے نیپالی مسلمان ہو گئے ہیں وہاں۔ اُس میں سے اکثر گلف میں جا کر متاثر ہوتے ہیں، حکومت کو معلوم ہوا کہ پہلے تو وہاں یہ کام نہیں ہوتا تھا، اب یہ کام ہونے لگا ہے، تو اس پر فکرمندی کے لئے ایک میٹنگ بلائی گئی، اور قطر کے سفیر کو بطور احتجاج طلب کیا گیا، اور اُن سے کہا گیا کہ بھائی آپ کے یہاں جا کر کیوں اتنے لوگ مسلمان ہوتے ہیں، قطر کے سفیر نے کوئی صفائی پیش نہیں کی، اس نے کہا: یہ ایک اچھا مذہب ہے، یا اچھی بات ہے، دعوت کی بات بے چارے نہیں کر سکے، اُنہوں نے کہا کہ اُس میں ہماری کوئی خطا نہیں ہے مسلمان ہونے میں، یہ خود جاتے ہیں ''دعوہ سینٹر'' میں اور وہاں اسلام قبول کرتے ہیں، آپ اُن کو یہاں سے اُن کی ذہن سازی کر کے بھیجئے کہ وہ دعوہ سینٹر کے پاس نہ جائیں، لیکن وہاں نیپال میں جو ماؤنوازوں کی اسمبلی بنی ہے، اُس میں ایک وزیر ہیں اور دوتین لوگ اور بھی ہیں، اسی میٹنگ میں اُنہوں نے آخر میں تقریر کی، اور کہا کہ یہ مسئلہ ایسا تھوڑی تھا کہ اس کے لئے کوئی میٹنگ بلائی جاتی، نیپال ایک سیکولر ملک ہے، اور مذہب ہر آدمی کا اپنا ذاتی معاملہ ہے، جو جس مذہب کو پسند کرتا ہے اُسے قبول کرنے کا اس کو حق ہے، اس لئے اس مجلس کو ختم کر دینا چاہیے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ قطر کے سفیر جو نہیں کہہ سکے، ماؤنوازوں کے ذمہ داروں نے کہہ دیا۔ پوری دنیا کے حالات اسی طرح ہو رہے ہیں، اِدھر سے تو اسلام میں آنے کی خبریں مل رہی ہیں، اور اسلام قبول کرنے والے کیسے جذبہ کے مسلمان بن رہے ہیں، کس کس طرح ذریعہ بن رہے ہیں، اس پر ہم جب غور کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ قیامت کا الارم ہے۔

پرانے مسلمانوں سے اسلام چھن رہا ہے

اللہ کے نبی ﷺ دنیا میں تشریف لائے، تو ختم نبوت کے بعد ہمیں اس داعیانہ منصب اور اس اعزاز سے اللہ تعالیٰ نے نوازا، اور ہمیں پوری انسانیت کو راہ راست پالانے کی ذمہ داری عطا کی، اور جب ہم ناکارہ ہو گئے اور اپنے منصب سے غافل ہو گئے، تو ہمیں ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا، اور ردّی کی ٹوکری میں ڈالنا ہی کافی نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کا قانون تو یہ ہے اور قرآن مجید نے چھ ۶؍جگہ اس طرح کی وارننگ دی ہے: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ تم اعراض کرو گے روگردانی کرو گے، تو ہم تمہارے محتاج نہیں، ہم تمہاری جگہ ایسی قوم کو لا کر کھڑا کر دیں گے جو تمہاری طرح نہیں ہوگی۔

جس تیزی سے لوگ اسلام میں آرہے ہیں، اُسی تیزی سے اسلام سے جا رہے ہیں، یہ ایک خطرناک صورت حال ہے، کتنی تعداد میں لوگ دنیا میں مشرف باسلام ہو رہے ہیں، نئے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے، لیکن اسی کے ساتھ جو پرانے خاندانی مسلمان ہیں اُن سے اسلام چھینا بھی جا رہا ہے۔

پچھلے دنوں میں بنگلہ دیش گیا تھا، اس سے پہلے میں نے ایک خبر سنی تھی، کہ چھتیس ۳۶؍لاکھ لوگ بنگلہ دیش میں عیسائی ہو گئے ہیں، انڈیا ٹوڈے میں ایسی ایک خبر آئی تھی، تو میں سمجھا

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

ایسے ہی ہوائی خبر ہوگی، لیکن جب ہم وہاں گئے، تو بڑے ذمہ دار علماء نے یہ بات کہی، خود حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کے اجل خلیفہ ہیں حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب، اُنہوں نے مجھ سے یہ بات کہی کہ یہ تعداد بہت پہلے کی ہے، اب تو اسے کہیں زیادہ تعداد میں لوگ مرتد ہوگئے ہیں۔

انڈونیشیاء میں کتنے ہی لوگ عیسائی ہوگئے ہیں، یہاں حیدر آباد کے ساحلی علاقوں میں کتنی لڑکیاں عیسائی ہوگئیں، کتنے لوگ قادیانی ہوگئے۔ سہارنپور شہر جس کی طرف اپنی دینی اور ملی روحانی قیادت کی طرف ہم رُخ کرتے ہیں، فضائل اعمال وہاں لکھی گئی اور اب بھی جتنے صاحب سلسلہ مشائخ سہارنپور میں ہیں شاید ہی دنیا کے کسی شہر میں ہوں، لیکن وہاں پر تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں مظفرنگر میں ایک کانفرنس ہوئی، تو اُس میں ایک بہت ثقہ عالم دین نے یہ بات بتائی کہ پچھلے دنوں میں تین سو لوگ سہارنپور میں قادیانی ہوچکے تھے، اِدھر سے کسی کے اسلام قبول کرنے کی خبر آتی ہے تو ڈر لگتا ہے کہ اب کسی کے مرتد ہونے کی خبر بھی نہ آجائے، بالکل متوازی خبریں آرہی ہیں۔

ایک دن رات کو مغرب سے پہلے عصر کے بعد بجنور سے ایک دوست کا فون آیا کہ حضرت بڑی عجیب خبر ہے ہمارے یہاں ایک سید صاحب جو مسجد کے امام تھے، اُن کی ایک بچی ایک ہریجن کے ساتھ بھاگ گئی اور پھیرے کر کے مرتد ہوگئی اور باسکٹ بال کھیل رہی ہے، صرف مرتد نہیں ہوگئی، بلکہ فیلڈ میں کھیلنے چلی گئی بغیر برقع کے ایک سید کی بیٹی۔

کارٹونسٹ نے معافی مانگی

ہمارے ایک دوست آئے کینڈا سے، کہنے لگے کہ سوئزرلینڈ کے ایک بہت بڑے مشہور لیڈر ہیں، اُنہوں نے اسلام قبول کیا ہے، سہارا اُردو میں خبر آئی ہے، ان سے کچھ اور باتیں کرنی تھیں، میں نے سوچا کہ سہارا اخبار دیکھ لوں گا بعد میں، وہ چلے گئے بیچارے، تو اب میں نے ایک ہفتہ کا سہارا اخبار تلاش کیا لیکن اس میں خبر نہیں ملی۔ میں سوچ رہا تھا کہ سوئزرلینڈ کے کام کرنے والوں میں آپس میں جوڑ کے لئے کوئی ایسا آدمی ہوگا تو اُس سے دعوتی فائدہ اُٹھایا جائے گا، اس لئے تلاش تھی، وہ مہمان کینڈا واپس چلے گئے تھے، تو میں نے وہیں فون کیا اُن کو، کہ آپ نے ایک خبر بتائی تھی، کیا بات ہے اُس میں، وہ کہنے لگے کہ وہ الجزیرہ کے حوالہ سے تھی، میں نے الجزیرہ انٹرنیٹ پر سرچ کیا تو وہاں بھی نہیں ملی، میں نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا تم ایسا کرو کنورژن دیکھو، جہاں تبدیلیٔ مذہب کا ذکر آتا ہے اُس میں دیکھو، کنورژن سرچ کیا تو اُس میں وہ خبر موجود تھی۔ سوئزرلینڈ میں ٹو پارٹی سسٹم ہے، کبھی ایک پارٹی اقتدار میں آتی ہے اور کبھی دوسری، تو دو دفعہ دو ٹرم سے وہ پارٹی اقتدار میں نہیں آئی ہے، اُس پارٹی کے صدر ہیں یہ، اور یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے ڈنمارک کے کارٹون سوئزرلینڈ کے اخباروں میں چھپوائے تھے، مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے، اور سپریم کورٹ میں وہاں کے ایک رٹ دائر کی تھی کہ یہاں مسجدیں بہت بن رہی ہیں سوئزرلینڈ میں، اس سے ملک کا حسن خراب ہورہا ہے، چونکہ ایک سیکولر ملک میں مسجد بنانے سے تو روکا نہیں جاسکتا، اس لئے مسلمانوں کو مسجد بنانے کی اجازت تو دی جائے لیکن مینار بنانے کی اجازت نہ دی جائے، ان کے قبول اسلام کی خبر تھی، حبر کے نیچے کمینٹ کا ایک کالم ہوتا ہے، اس میں اُنہوں نے لکھا تھا کہ ''میں اپنے اللہ اور اپنے رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں سے دل کی گہرائی سے معافی مانگتا ہوں کہ میں ایک زمانہ تک یہ گھناؤنی حرکت کرتا رہا اور میں اللہ کے گھر کو اپنے ملک کی شان بتانے کے بجائے اُس کو ملک کی بدصورتی کہتا رہا اور ایسے محسن نبیؐ کے خلاف گھناؤنی حرکت کرتا رہا، پھر اُس کے نیچے لکھا تھا کہ مگر میں یہ بات کہنے سے ہرگز نہیں چوک سکتا کہ میرے اس گھناؤنی جرم کے مجرم مجھ سے زیادہ بیک واسطہ وہ مسلمان ہیں، جنہوں میرے اللہ سے میرا تعارف نہیں کروایا، اور میرے نبیؐ سے مجھے دور رکھا۔

جاری

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

رحمتِ نبوی ﷺ کے چند گوشے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

قرآن مجید میں پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صفات کا ذکر آیا ہے، یہ تمام صفات اپنی جگہ اہم ہیں اور آپ کے محاسن کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن ان میں سب سے اہم صفت یہ ہے کہ آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت قرار دیا گیا: وما ارسلنٰک الا رحمة للعالمین (الانبیاء: ۱۰۷)- اس تعبیر کی وسعت اور ہمہ گیری پر غور فرمائیے کہ آپ کی رحمت مکان و مقام کی وسعت کے لحاظ سے پوری کائنات کو شامل ہے اور زمانہ و زمان کی ہمہ گیری کے اعتبار سے قیامت تک آنے والے عرصہ کو حاوی ہے، یہ کوئی معمولی دعویٰ نہیں، اور شاید ہی تاریخ کی کسی شخصیت کے بارے میں ایسا دعویٰ کیا گیا ہو، یہ دعویٰ جتنا عظیم ہے اسی قدر واقعہ کے مطابق بھی ہے، آپ کی رحمت کا دائرہ یوں تو پوری کائنات تک وسیع ہے، زندگی کے ہر گوشہ میں آپ کا اسوہ رحمت کا نمونہ ہے، لیکن اس وقت انسانیت پر آپ کی رحمت کے چند خاص پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

ان میں پہلی بات یہ ہے کہ آپ نے انسانیت کو وحدت الٰہ کا تصور دیا، خدا کو ایک ماننا بظاہر ایک سادہ سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن بمقابلہ الحاد و انکار اور شرک و مخلوق پرستی کے یہ ایک انقلابی عقیدہ ہے، خدا کا انکار انسان کو غیر ذمہ دار، گناہوں کے بارے میں جری اور مادہ پرست بنا دیتا ہے؛ کیوں کہ اسے جواب دہی کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور دنیا اس کے لئے محض عشرت کدۂ حیات ہوتی ہے، گویا انسان خدا کی بندگی سے آزاد اور لذت و عیش کا غلام بن جاتا ہے، شرک انسانیت کی تذلیل ہے، کیوں کہ مشرک ادنیٰ سے ادنیٰ شئ کے سامنے بھی پیشانی جھکانے میں کوئی حیا محسوس نہیں کرتا، مشرک خدا کے بجائے مخلوق سے نفع و نقصان کی اُمیدیں وابستہ کر لیتا ہے، اس لئے اس میں توہم پرستی پیدا ہوتی ہے، اسے قدم قدم پر نحس اور بے برکتی کے خطرات پریشان کرتے رہتے ہیں اور معمولی چیزوں کے خوف سے بھی اس کا دل بیٹھا رہتا ہے، اللہ کے ایک ہونے کے تصور سے انسانیت کی تکریم اور اس کا اعزاز متعلق ہے، یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اس کی پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے ماوراء ہے اور خدا نے اس کو پوری کائنات پر فضیلت بخشی ہے، اسی لئے قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے بھی حضرت آدم کو سجدہ کرایا، اور اس طرح انسانی کرامت و شرافت کو ظاہر فرما دیا، عقیدہ توحید نے انسانیت کو اوہام پرستی سے نجات دلائی؛ کیوں کہ توحید پر ایمان رکھنے والا اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ مخلوق اسے نفع و نقصان پہنچانے سے عاجز ہے، توحید کا عقیدہ انسان کے اندر خدا کی محبت اور خدا کا خوف پیدا کرتا ہے اور یہ خشیت اور خدا کے راضی کرنے کا جذبہ فرائض کی ادائیگی اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے اور وہ دنیا کو قصر عشرت سمجھنے کے بجائے محل امتحان سمجھ کر پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے، اس لئے توحید کا عقیدہ انسانیت کیلئے بہت بڑی نعمت اور سامان رحمت ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانیت کو حاصل ہوا

گو حضور ﷺ سے پہلے بھی انبیاء نے توحید کی تعلیم دی اور بہت سے مصلحین نے بھی شرک کی تردید و انکار کا فریضہ انجام دیا، لیکن حضرت نوحؑ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ہمیشہ انسانیت پر مشرکانہ فکر کا غلبہ رہا، یہاں تک کہ جو مذاہب توحید کا علم لے کر اُٹھے، وہ خود بھی شرک کے رنگ میں رنگ گئے، یہودی اصلاً موحد تھے، لیکن یہود کے بعض فرقوں نے حضرت عزیر کو خدا کا شریک قرار دیا، عیسائیوں نے تو حضرت مسیح کی الوہیت کو اپنے عقیدہ کا بنیادی جزو ہی بنا لیا، ہندو مذہب میں بھی توحید کا عنصر موجود ہے، مگر انھوں نے خود اپنے لاتعداد خدا تخلیق کر لئے، بودھ مذہب کی بنیاد مذہب کے شارحین کے خیال کے مطابق خدا

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

کے انکار پر ہے، لیکن بودھ مذہب کے متبعین نے خود بودھ جی کی پرستش شروع کردی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی فکر کو اس طرح غالب فرمایا کہ وہ قیامت تک کے لئے ایک غالب فکر بن گئی، یہاں تک کہ جن مذاہب کی اساس شرک پر تھی، ان میں بھی ایسی تحریکات اٹھیں جو توحید کی داعی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحمت کا دوسرا مظہر ''انسانی وحدت'' کا تصور ہے، آپ کی بعثت سے پہلے قریب قریب دنیا کی تمام تہذیبوں اور مذاہب میں انسان اور انسان کے درمیان تفریق اور کچھ لوگوں کے پیدائشی طور پر معزز اور کچھ لوگوں کے حقیر ہونے کا تصور موجود تھا، یہودی اسرائیلی اور غیر اسرائیلی میں تفریق کرتے تھے اور جو لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہوں ان کو پیدائشی طور پر افضل و برتر جانتے تھے، ایران کے لوگوں کا خیال تھا کہ جو لوگ بادشاہ کی نسل سے ہوں وہ خدا کے خاص اور مقرب بندے ہیں بلکہ خدا کا کنبہ ہیں، ہندوستان کا حال تو شاید سب سے خراب تھا کہ انسانیت کو مستقل طور پر چار طبقوں میں تقسیم کردیا گیا تھا، کچھ لوگوں کے بارے میں تصور تھا کہ وہ خدا کے سر سے پیدا کئے گئے ہیں، کچھ لوگ خدا کے بازو سے، کچھ کی پیدائش خدا کے ران سے ہوئی ہے اور کچھ کی پاؤں سے، یہ برہمن، ویش، کھتری اور شودر کہلاتے تھے، شودر اتنا بدقسمت گروہ تھا کہ تاریخ عالم میں شاید ہی ایسی مظلومیت کی مثال مل سکے، ان پر تعلیم کا دروازہ بند تھا، ان کے لئے کچھ ذلیل سمجھے جانے والے پیشے مخصوص تھے اور وہ اونچی ذاتوں کیلئے پیدائشی غلام سمجھے جاتے تھے، کم وبیش یہی حال دنیا کے مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی وحدت کا تصور پیش کیا اور پیدائشی طور پر افضل و برتر اور حقیر و کہتر ہونے کے تصور کو رد فرمادیا، آپ ﷺ نے صاف اعلان کیا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر محض رنگ و نسل کی وجہ سے کوئی فضیلت نہیں، بلکہ فضیلت کا معیار انسان کا تقویٰ اور اس کا عمل ہے، اس اعلان نے عرب کے معزز قبائل اور حبش و روم کے بلال رضی اللہ عنہ و صہیب رضی اللہ عنہ کو ایک صف میں کھڑا کردیا، بلکہ یہ عجمی نژاد غلام جو کبھی حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، زعماء عرب کے لئے وجہ رشک بن گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے فرمانروا بھی انھیں اپنے ''سردار'' کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے، یہ آپ ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی تفریق وامتیاز کی زنجیریں کٹنے لگیں، انسانی مساوات کے نعرے ہر سو بلند ہوئے اور دنیا کی مظلوم ومقہور قوموں کو پیدائشی غلامی سے آزادی نصیب ہوئی اور اگر کہیں کسی انسانی گروہ نے اپنی شقاوت اور جور و جفا سے اس ظلم کے سلسلہ کو جاری بھی رکھا، تو ان کو ہر طرف سے طعن و تشنیع کے الزام سننے پڑے اور مظلوموں کو ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کا موقعہ فراہم ہوا، یہ آپ کی رحمت عامہ کا ایسا پہلو ہے کہ کوئی صاحب بصیرت اسے نظر انداز نہیں کرسکتا۔

اس وحدت انسانی کے تصور نے زندگی کے تمام شعبوں پر اپنا اثر ڈالا، تمام لوگوں کے لئے ہر طرح کے پیشہ کا دروازہ کھل گیا اور پیشوں کی تحقیر وتذلیل کا تصور ختم ہوا، علم کی روشنی عام ہوئی اور ہر ایک کے لئے تعلیم کا دروازہ کھلا، سماجی زندگی میں ہر ایک کے لئے باعزت طریقہ پر زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم ہوا، جرم وسزا کے باب میں انصاف کا قائم کرنا ممکن ہوا اور ہر ایک کے لئے اپنی تہذیب اور اپنی روایات کا تحفظ ممکن ہوسکا، لیکن اس انسانی وحدت کے تصور نے سب سے زیادہ اثر سیاسی نظام پر ڈالا، اسلام سے پہلے پوری دنیا کے سیاسی اُفق پر ملوکیت کا تصور چھایا ہوا تھا اور اس کے مقابلہ میں کوئی اور نظام سیاست عملاً موجود نہیں تھا، ظہور اسلام کے وقت جتنی معلوم طاقتیں تھیں وہ سب ملوکیت کی نمائندہ تھیں، روم میں بادشاہت تھی، ایران میں بادشاہت تھی، حبش میں بادشاہت تھی، یمن میں بادشاہت تھی، ہندوچین کے علاقوں میں بھی راجا تھے، غرض پوری دنیا بادشاہت کے نظام اور استبداد کے تحت تھی، یہاں تک کہ یونان کے فلاسفہ نے جس جمہوریت کا

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

نقشہ پیش کیا تھا، اس میں بھی ''اشراف'' کی حکومت کا تصور تھا اور عام لوگوں کے اقتدار میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اسلام نے انسانی وحدت اور مساوات کا جو تصور پیش کیا اس نے محض خاندانی بنیاد پر حکومت واقتدار کے ارتکاز اور فرمانروائی کے تصور کو پاش پاش کر دیا اور جمہوریت کے تصور نے غلبہ حاصل کیا، چنانچہ آج صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں جمہوری نظام قائم ہے جو اسلام کے تصور خلافت سے مستعار اور اپنی بعض خامیوں کے باوجود انسانی وحدت و مساوات کا علمبردار ہے، یہاں تک کہ آج یا تو بادشاہت کا وجود ہی نہیں، یا ہے تو محض دستوری اور علامتی بادشاہت ہے، اور اگر کہیں جبراً آمرانہ ملوکیت باقی ہے تو وہ پوری دنیا کی نگاہ میں قابل تحقیر اور لائق ملامت ہے۔

رحمت نبوی کا تیسرا اہم پہلو علم کی حوصلہ افزائی ہے، آپ جس سماج میں تشریف لائے وہاں لوگ اس بات کو سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے کہ وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے، وہ بہت ہی فخر کے ساتھ اپنے ''اُمّی'' ہونے کی بات کہتے تھے، آپ ﷺ نے تعلیم وتعلم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور علم کو بلا امتیاز وتفریق ہر طبقہ کے لئے عام فرمایا، پھر آپ نے علم کے معاملہ میں دین اور دنیا کی کوئی تقسیم نہیں کی، بلکہ ہر وہ علم جو انسانیت کے لئے نفع بخش ہو خدا سے اس کے لئے دُعاء فرمائی اور فرمایا کہ علم وحکمت کی جو بات جہاں سے مل جائے، اس کی طرف ایسا لپکنا چاہئے، جیسے انسان اپنی گم شدہ چیز کے لئے لپکتا ہے، الحکمة ضالة المؤمن، (ترمذی: ابواب العلم، حدیث نمبر: ۲۶۸) آپ ﷺ نے مسلمانوں کے بچوں کو بدر کے مشرک قیدیوں سے تعلیم دلائی اور مدینہ میں یہودیوں کی درس گاہ ''بیت المدراس'' میں تشریف لے گئے، جس سے علم کے باب میں آپ کی فراخ قلبی اور کشادہ چشمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس سے نہ صرف یہ کہ علم کا دور دورہ ہوا، بلکہ غیر سائنٹفک کی جگہ سائنٹفک فکر کا غلبہ ہوا اور توہمات کی زنجیریں کٹیں، شرک چوں کہ مخلوقات کو معبود کا درجہ دیتا ہے اور جو معبود ہو اس کی عظمت اور اس کا احترام تحقیق وتجسس میں مانع بن جاتا ہے؛ اس لئے وہ علمی ترقی اور تحقیق وسائنس کے ارتقاء میں رکاوٹ بن جاتی ہے، توحید چوں کہ مخلوقات کے معبود ہونے کی نفی کرتی ہے، اس لئے کائنات کی تمام اشیاء پر غور وفکر، بحث وتحقیق اور تفحص وتجسس کا راستہ کھلتا ہے اور انسان علم میں جتنا آگے بڑھتا جائے اور کائنات کے حقائق پر جو پردے پڑے ہوئے ہیں، ان کو جس قدر اٹھاتا جائے وہ اسی قدر توہمات سے آزاد ہوتا جاتا ہے۔

پس اسلام نے علم وتحقیق کی راہ کھولی، مخلوق کی مبالغہ آمیز عظمت دلوں سے نکالی اور اوہام کا پردہ چاک کیا، اسلام سے پہلے لوگ عورتوں کو، جانوروں میں گدھے کو، پرندوں میں اُلّو کو، مہینوں میں شوال اور صفر، کو دنوں میں چہار شنبہ کو منحوس تصور کرتے تھے اور خود اپنے لکھے ہوئے پانسوں پر کامیابی اور ناکامی کی اُمیدیں قائم کرتے تھے، نحس کے سلسلہ میں اور بھی بہت سے تصورات تھے، جو عربوں میں پائے جاتے تھے، ہندوستان وغیرہ میں آج بھی یہ تصورات اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں پر بھی مسلط رہتا ہے، بلکہ خود یورپ میں بھی عام لوگ توہمات میں مبتلا ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توہم پرستی کی تردید فرمائی، اُصولی طور پر اس بات کو واضح فرمایا کہ نفع ونقصان کسی مخلوق سے متعلق نہیں، بلکہ یہ خالق کے ہاتھ میں ہے، اور جن جن باتوں کے بارے میں نحس و بے برکتی کا تصور تھا صراحت کے ساتھ ان کی تردید فرمائی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کا ایک اہم پہلو ہے، جس نے انسانیت کو توہمات کی بیڑیوں سے نکال کر علم وتحقیق کی دنیا میں پہنچایا اور اس تحقیق نے نئی نئی ایجادات واختراعات کی تحریک کی، جس کے مظاہر اور جس کے فوائد آج ہمارے سامنے ہیں۔

اسلام سے پہلے اہل مذاہب نے دین اور دنیا کا بٹوارہ کر رکھا تھا اور دین ودنیا کی اس تقسیم نے قانون فطرت کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی، نکاح کو بری بات سمجھا جاتا تھا، قرب خداوندی کے لئے تجرد کی زندگی ضروری سمجھی جاتی تھی اور مرد وعورت کے

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

فطری تعلق کو بہر صورت گناہ باور کیا جاتا تھا، کسب معاش کی محنتوں کو دین الٰہی اور رضائے خداوندی کے خلاف گمان کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ رہبانیت کے غلبہ کا عیسائیت میں ایک ایسا دور بھی گذرا ہے کہ لوگ نہانے، دھونے، صاف ستھرے کپڑے پہننے اور خوشبو استعمال کرنے کو بھی للّٰہیت کے خلاف سمجھتے تھے اور دسیوں سال غسل سے مجتنب رہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی رحمت کا ایک اہم باب رہبانیت کے اس تصور کا خاتمہ ہے، آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے حدود میں رہتے ہوئے دنیا سے نفع اُٹھانا بھی دین کا ایک حصہ ہے، 'دین' دنیا سے نفع اُٹھانے میں حلال وحرام کی تمیز کا نام ہے نہ کہ دنیا کو ترک کردینے کا، چنانچہ آپ نے نکاح کرنے کا حکم دیا اس کو اپنی اور انبیاء کی سنت قرار دیا اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا، کسب معاش کو فریضہ قرار دیا اس کی حوصلہ افزائی فرمائی، صفائی ستھرائی کی تعلیم دی اور کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو انسانی فطرت سے متصادم ہو؛ بلکہ انسانی فطرت میں جو تقاضے اور داعیے رکھے گئے ہیں ان سب کو جائز رکھا گیا اور کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا جو فطرت انسانی کے خلاف ہو۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ کے وہ پہلو ہیں، جنھوں نے انسانی تاریخ پر گہرے اور دوررس اثرات ڈالے ہیں، جن کے ذریعہ انسانی کرامت وشرافت بحال ہوئی، جن کی وجہ سے انسانیت عدل ومساوات اور اخوت و بھائی چارگی کی نعمت سے سرفراز ہوئی اور تفریق کی مصنوعی دیواریں جن کی وجہ سے زمین بوس ہوئیں، جن کے باعث انسان نے اوہام کے بجائے عقل وخرد سے کام لینا سیکھا، اور ان میں علم وتحقیق کا حوصلہ پیدا ہوا جس نے انسان کو معتدل، متوازن، قانونِ فطرت سے ہم آہنگ اور تمام انسانی ضروریات کو پوری کرنے والا نظام حیات عطا کیا، انسانیت قیامت تک اس کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احسان مند رہے گی اور ''ما أرسلناک الا رحمة للعالمین'' کے مژدۂ خداوندی اور شہادت الٰہی کا اعتراف کرتی رہے گی۔

مدحتِ سلطان مدینہ

اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ ﷺ
ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہ ﷺ

تو صبح ازل آئینۂ حسن ازل بھی
اے صلِّ علیٰ صورت سلطان مدینہ ﷺ

اے خاکِ مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے تو جنت سلطان مدینہ ﷺ

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوت سلطان مدینہ ﷺ

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت
دیکھوں میں در دولت سلطان مدینہ ﷺ

کونین کا غم، یاد خدا، درد شفاعت
دولت ہے یہی دولت سلطان مدینہ ﷺ

اس امت عاصی سے نہ منہ پھیر خدا یا
نازک ہے بہت غیرت سلطان مدینہ ﷺ

اے جان بلب آمدہ، ہشیار، خبردار
وہ سامنے ہیں حضرت سلطان مدینہ ﷺ

کچھ اور نہیں کام جگر مجھ کو کسی سے
کافی ہے بس اک نسبت سلطان مدینہ ﷺ

حضرت جگر مُرادآبادی

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

نعت رسول مقبول ﷺ اور غیر مسلم شعراء

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

نعت گوئی اہلِ ایمان اور وابستگان مذہب اسلام کا ایک فکری اور فنی عقیدت نامہ اور اصناف سخن کا سب سے اعلیٰ اور پاکیزہ حصہ ہے؛ مگر یہ جس قدر سعادت وخوش بختی بلکہ آپ ﷺ سے بے پناہ عقیدت ومحبت کی دلیل ہے وہیں سب سے مشکل، دشوار گزار اور بال سے زیادہ باریک راستہ ہے۔ نعت کا موضوع جتنا اہم، دل آویز اور شوق انگیز ہے اتنا ہی اس موضوع پر قلم اٹھانا پل صراط پر چلنے کے مترادف ہے، خود شعروادب کی تخلیق کوئی کسبی چیز نہیں کہ جس کے مخصوص اوزان وبحور کو رَٹ کر کچھ طبع آزمائی کرلی جائے؛ بلکہ یہ ایک وہبی شئی ہے، ایک خدائی ملکہ ہے، ایک انعامِ الٰہی ہے جو خالقِ کائنات کی جانب سے بعض مخصوص بندوں ہی کو عطا کیا جاتا ہے، چہ جائیکہ جب وہ شاہِ کونین کی شان عقیدت میں گلہائے رنگا رنگ کا نذرانہ اور وفورِ شوق وخلوصِ محبت میں ڈوبے ہوئے جذبات کا اظہار ہو، یقیناً مدحِ نبی ﷺ ایک وارداتِ قلبی ہے جس کا من جانب اللہ القاء ہوتا ہے، ماضی قریب کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ نے اسی مناسبت سے فرمایا تھا:

کچھ اشارے ہیں ان کی جانب سے
اس لئے یہ غزل سرائی ہے

یہی وجہ ہے اکثر صوفیاء ومشائخ کے یہاں اردو کی ولادت سے قبل فارسی میں شعروسخن اور حمد ونعت کا ایک طویل سلسلہ ملتا ہے، جن کے کلام اور نام دونوں کو شہرت عام اور بقاءِ دوام حاصل ہوئی، مولانا روم، فریدالدین عطار، حافظ شیرازی، شیخ سعدی، خاقانی رحمہم اللہ وغیرہ جیسے بہت سارے معتبر نام ایسے ہیں جنہوں نے شعرگوئی بالخصوص حمد ونعت کو اعتبار واستناد بخشا؛ اس طرح لوگ ان کے کلام کے دل دادہ اور ان کے سوزِ دروں سے متاثر ہوئے۔

مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ لکھتے ہیں: اردو شاعری فارسی شاعری کی پروردہ نعمت ہے، اس کا تغزل اس کی تشبیب، بہار کا مضمون، ساقی نامہ، مدحیہ قصائد کا گریز اور اس کی بہت سی مضمون آفرینیاں اور نازک خیالیاں فارسی شاعری کا چربہ اور کہیں کہیں اساتذہ ایران کے اشعار کا ترجمہ ہے۔ (عرفان محبت ص:4)

یہی وجہ ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے وسط تک کوئی اردو شاعر نعت گوئی کو اپنا شعار نہیں بنا سکا، ہاں تیرھویں صدی ہجری میں نعت نے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کرلی پھر یکے بعد دیگر مختلف شعراء نے اس فن میں ایک نیا احساس اور اجتماعی شعور پیدا کیا جن میں مولانا حالی مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال وغیرھم کے نام شامل ہیں۔

سرکار دوعالم ﷺ کے اخلاق کریمانہ، آپ کی انسانیت نوازی، اپنے تو اپنے اغیار کے ساتھ بھی آپ کا حسن سلوک، ہمدردی ورواداری، یہ وہ جلی عناوین ہیں جن کی بنا پر اردو نعت کے سرمایہ میں توسیع کا اعزاز ان شعراء کو بھی حاصل ہوا جنہیں معروف ایمانی مفہوم کے مطابق وابستگان رسول میں کبھی شمار نہیں کیا گیا؛ لیکن ان شعراء نے رسول اکرم حضرت محمد ﷺ سے اپنی والہانہ وابستگی اور پرخلوص عقیدت کو ایسے اشعار میں پرویا ہے جنہیں کبھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

غیر مسلم نعت گو شعراء کے تعارف، تذکرے اور جائزے پر مشتمل کئی مضامین اور کتابیں اس وقت شائع ہوکر قبولیت عام و خاص حاصل کرچکی ہیں، خصوصاً جناب نور احمد میرٹھی کی کتاب ''بہرزماں بہرزباں'' بڑی اہمیت کی حامل ہے؛ جس میں تین سو سے زائد غیر مسلم شعراء کی نعتیہ شاعری کا تعارف وتذکرہ پیش کیا

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

گیا ہے جن میں سے چند شعراء کے صرف نام لکھے جائیں تو ایک طویل مضمون تیار ہو جائے گا، ان غیر مسلم نعت گو شعراء کے نعتیہ کلام پر مختلف محققین، ناقدینِ فن اور دانشوران ادب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، انہیں اگر یہاں پیش کر دیا جائے تو جہاں ایک طرف غیر مسلم شعراء کی نعتیہ شاعری میں سرکار دو عالم ﷺ کی توصیف و ثناء کے مختلف پہلو اجاگر ہو کر سامنے آئیں گے وہیں خود ان کی قدر و قیمت اور اہمیت بھی ہمارے سامنے آشکارا ہو جائے گی۔ بہ طور ''مشتے نمونہ از خروارے'' چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں:

جگدیش مہتہ دردؔ

شاہ عرب غم سے عجب حال ہوا ہے
ہے مرنے میں کچھ لطف نہ جینے میں مزا ہے
اور درد عجب ہے!!
خادم ہوں میں جب آپ کا تاخیر یہ کیسی
للہ بتا دو مجھے، کیا میری خطا ہے ؟
کیا اس کا سبب ہے؟؟

جگن ناتھ آزادؔ

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے انساں پر

مہاراجہ کشن پرشاد شادؔ

سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بے تاب سجدوں کو جبینوں میں
اسی طرح یہ شعر!
کافر نہ کہو شاد کو ہے عارف و صوفی
شیدائے محمد ہے یہ شیدائے مدینہ

پنڈت ہری چند اخترؔ

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

شگن چند جین روشنؔ

جس کے قدموں کے اشارے پہ رہا تاج و کلاہ
جو فقیری میں رہا جن و بشر کا بادشاہ
فیض قدرت سے ہوئی جس کو عطا ایسی نگاہ
جس کے آگے ماند ہے یہ روشنیٔ مہر و ماہ
اس نے اخلاص و وفا کا بول بالا کر دیا
جس نے عالم کے اندھیروں میں اُجالا کر دیا

کنور مہندر سنگھ بیدیؔ

ہم کسی دین سے ہوں، قائلِ کردار تو ہیں
ہم ثناء خوانِ شہِ حیدرِ کرار تو ہیں
نام لیوا ہیں محمدؐ کے پرستار تو ہیں
یعنی مجبور پئے احمد مختار تو ہیں
عشق ہو جائے کسی سے، کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

اردو نعت کے تمام محققین نے اپنی تصانیف میں غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام کے محاسن اور رسول اکرم ﷺ سے ان کی شیفتگی کا ذکر کیا ہے، ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے تحقیقی مقالہ ''اردو میں نعت گوئی'' میں تحریر کیا ہے ''غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی کا آغاز جنوبی ہند سے ہو چکا تھا اور مسلمان شاعروں کی طرح ہندو شاعروں نے عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے حضور اکرم ﷺ کی سیرت و نعت کو بھی اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا ہے۔ لچھمن نرائن شفیق کا معراج نامہ اور راجہ مکھن لال مکھنؔ کا نعتیہ کلام اس اظہار عقیدت کے نمونے ہیں۔

غیر مسلموں کی نعت سے دلچسپی کی وجوہات بھی ڈاکٹر ریاض مجید نے یوں بیان کی ہے: ہندو شاعروں کی نعت گوئی کا حقیقی دور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہوا، عصر جدید میں ہمیں متعدد

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

ایسے غیر مسلم شاعر ملتے ہیں جنہوں نے مقدار اور معیار ہر اعتبار سے اس روایت کو آگے بڑھایا ہے۔اس کے بہت سے سیاسی اور معاشرتی عوامل ہیں،ایک بڑی وجہ وہ رواداری کی فضا ہے جو جنگ آزادی کے بعد ہندو مسلم قوموں میں پہلے کی نسبت کچھ نمایاں ہوگئی تھی۔انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں مقصد و منزل کی ہم آہنگی بھی دونوں میں قدر مشترک رکھتی ہے۔مخلوط معاشرہ میں اگرچہ ہندو مسلم تعلقات میں ایک کشیدگی ہمیشہ رہی اور دونوں قوموں کے تہذیب وتمدن میں واضح اختلاف رہا،اس کے باوجود اہل فکر وقلم کے حلقوں میں ایک رواداری کی فضا ملتی ہے۔''

اب چند دوسرے ادیبوں کی آراء بھی ملاحظہ فرمایئے ،پونا کے انیس چشتی اپنے مقالے ''اردو کے ہندو نعت گو شعراء'' میں ہندوؤں کی نعت گوئی کا پس منظر بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہندوستان کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسلامی روایات کا پاس رکھنے والے افراد نے یہاں صرف مذہب اسلام کی آبیاری نہیں کی؛ بلکہ یہاں کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں اسلام کے روح رواں رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ایسا تاثر دیا کہ اس ملک میں بسنے والے دیگر طبقات سے متعلق افراد نے بھی ایک سچّے محسن انسانیت کی طرز زندگی اور اخلاق وعادات کو اپنی زندگی کا خاصّہ بنایا اور جب شعر گوئی کی طرف رغبت اختیار کی تو مدح رسول ﷺ کے ایسے جوہر دکھائے کہ بے ساختہ ان کی وابستگی اور نسبت پر داد دینے کو جی چاہتا ہے''۔اکثر محققین اور مصنفین نے غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام پر تبصرے کئے ہیں اور ان کی نعت نگاری کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی ' مشہور شاعر بال مکند عرش ملسیانی کی نعتیہ شاعری کے ضمن میں ہندو مسلم مخلوط معاشرہ میں اس انداز کی شاعری سے نمایاں ہونے والی باہمی محبت و یگانگت کی فضا کے بارے میں فرماتے ہیں'' قومی اور اجتماعی حیثیت سے وہ اس وقت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، ایک پل،اور ایک ربط کا کام دے رہے ہیں، ملک کی دو بڑی قوموں، دو بڑی تہذیبوں، دو بڑے مذہبوں کے درمیان ' وہی خدمت جو ماضی قریب میں اس ملک کی دو محترم ہستیاں انجام دے چکی ہیں، ایک مسز سروجنی نائیڈو اور دوسرے سر کشن پرشاد شاد حیدر آبادی۔''

اردو ادب کی بیشتر اہم شخصیات نے نعتیہ شاعری کے محاسن کو تو نمایاں کیا ہی ہے؛ مگر بعض اہم دانشوروں نے غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری کو تنقیدی رخ سے بھی دیکھا ہے۔مثال کے طور پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں ''نعت گوئی سے دلچسپی کا اظہار صرف مسلمانوں نے ہی نہیں غیر مسلم شعراء نے بھی کیا ہے۔مطالعہ سے پتہ چلتا ہے مسلمان شعراء کی طرح غیر مسلم شعراء کی نعتوں کا بیشتر حصہ یکسر رسمی ہے''۔اسی طرح ایک دوسری جگہ راجہ رشید محمود لکھتے ہیں'' کئی غیر مسلموں کی نعتوں میں بھی ایسے مضامین پائے جاتے ہیں جن میں حمد و نعت کے فرق کو اور ان کے آپس میں تعلق کی نزاکت کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا''۔ان آراء سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ بعض غیر مسلموں نے بھی بعض مسلمانوں کی پیروی کی ہے؛ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی اپنی کتاب ''اردو شاعری میں نعت گوئی'' میں غیر مسلم شعراء کی نعت نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں ''سچّی بات تو یہ ہے کہ ان شعراء نے نبی رحمت ﷺ سے اپنی والہانہ وابستگی اور پر خلوص عقیدت کو ایسے اشعار میں پرو دیا ہے کہ ان نعتوں پر امّتِ محمدی سے وابستہ افراد بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔''

مختصر یہ کہ اردو ادب کے بیشتر محققین اور ناقدین نے غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں بہترین خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

تو ہے محبوب ،خدا چاہنے والا تیرا
مرتبہ سارے رسولوں سے ہے بالا تیرا
کلمہ صلّ علیٰ ورد زباں رکھتا ہوں
خواب میں دیکھ لیا ہے قد بالا تیرا [پیارے لال رونق]

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

رسول اکرم ﷺ بحیثیت شوہر

مفتی محمد عبداللہ قاسمی، استاد فقہ وادب دارالعلوم حیدرآباد
موبائیل: 8688514630

گھریلو اور خانگی زندگی بڑی اہمیت کی حامل ہے، زندگی کا یہ شعبہ سکون بخش اور نشاط انگیز ہو تو یہ نہ صرف ایک گھر کے لئے نافع اور سودمند ثابت ہوتا ہے؛ بلکہ خاندانی نظام کی بقاء اور استحکام بھی اسی پر موقوف ہے، اور اگر خدانخواستہ زندگی کا یہ پہلو کج روی اور ناہمواری کا شکار ہو، افتراق وانتشار اور بغض وعناد نے زندگی کے اس پہلو کو تاریک بنادیا ہو تو ایک طرف اس سے خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے تو دوسری طرف نسل نو بھی ایسے جہنم زار ماحول میں صحیح اور ٹھوس تربیت سے محروم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اخلاق وکردار کے لحاظ سے قطعاً غیر ذمہ دار ہوتی ہے، اور معاشرہ کا عضو معطل اور ناکارہ جزو ثابت ہوتی ہے۔

نکاح ایک پائیدار رشتہ

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پوری انسانیت کے لئے مشعل راہ اور رفیق خضر ہے، زندگی کے ہر موڑ پر سیرت طیبہ انسان کی رہنمائی کرتی ہے، اور زندگی کے تاریک گوشوں کو اپنی ضوفشانی سے تابناک بنادیتی ہے، میاں بیوی کا رشتہ ایک پاکیزہ اور مقدس رشتہ ہے، شریعت کا منشا یہ ہے کہ جب زن وشو کے مابین یہ رشتہ قائم ہوجائے تو تادم حیات باقی رہے، اور اس پر محبت وخلوص کا پختہ رنگ بیٹھ جائے، ظاہر ہے کہ یہ چیز اسی وقت وجود پذیر ہوسکتی ہے جب کہ زوجین میں سے ہر ایک اپنے اپنے حقوق کو ادا کرے، اور اپنے رفیق حیات کے ساتھ خوش گوار دوستانہ تعلقات کو فروغ دے، تاہم یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس رشتہ کی بقاء اور استحکام میں شوہر کا غیر معمولی کردار ہوتا ہے، اور شریعت مطہرہ نے زمام نکاح اسی کے ہاتھ میں سونپی ہے، اسی لئے ایک شوہر کا اپنی بیوی سے کیسا تعلق ہونا چاہیے؟ اور شوہر کو کیسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے؟ اس کیلئے ہمیں سیرت طیبہ سے سبق لینے اور اس کو عملی زندگی میں برتنے کی ضرورت ہے۔

بیوی کے کاموں میں دلچسپی

سرکار دوعالم ﷺ کے کاندھوں پر نبوت کی بھاری ذمہ داریاں عائد کی گئی تھیں، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی خارجی و بیرونی زندگی بہت ہی مصروف اور صبر آزما تھی، لیکن بایں ہمہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ یہ تھی کہ جب گھر تشریف لے جاتے تو کبھی آٹا گوندھ دیتے تو کبھی گھر کی دیگر ضروریات پوری کردیتے، حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کے گھریلو معمولات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا: اپنے سر سے جوئیں نکالتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑے سی لیتے، اپنی خدمت خود کرلیتے، اپنے جوتے سی لیتے، اور وہ تمام کام کرتے جو مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں، وہ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے ہوتے جب نماز کا وقت ہوتا تو چھوڑ کر چلے جاتے۔ (مسند احمد)

آپ ﷺ کے طرز عمل سے ایک کامیاب اور خوش گوار زندگی کا اصول معلوم ہوتا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ مرد وعورت کے مابین تقسیم کار ہے، مرد نے بیرونی اور عورت نے گھریلو اور خانگی امور کی ذمہ داری لے رکھی ہے، تاہم اس رشتہ کو امن ومحبت کا گہوارہ بنانے اور اس کو مضبوط تر بنانے کے لئے شوہر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عورت کے کاموں میں دلچسپی لے، اور گھریلو کاموں میں اس کا ہاتھ بٹائے، اور گھریلو امور کے متعلق مشورے دے۔

عورت کی رائے کا احترام

آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی کا ایک نمایاں اور واضح پہلو یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ ازواج مطہرات کی رائے کا احترام کرتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار مکہ نے آپ ﷺ اور تقریباً پندرہ سو مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا، اور آپ ﷺ نے

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

غیر معمولی فراست اور بصیرت و دوراندیشی سے کفار مکہ سے بظاہر دب کر صلح کر لی، صلح نامہ تحریر ہونے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ اور اپنے جانوروں کو ذبح کرو، لیکن تین مرتبہ کہنے کے بعد بھی صحابہ کرامؓ..... جو طبعی طور پر رنجیدہ اور کبیدہ خاطر تھے، اور غم سے نڈھال تھے.....اس کے لئے کھڑے نہ ہوئے، تو آپ ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لائے، اور صحابہ کرامؓ کے اس طرز عمل کا تذکرہ کیا، ام سلمہؓ جو عقل منداور مزاج فہم تھیں نے کہا: آپ ان سے کچھ نہ کہیے، آپ کھڑے ہو کر اپنا اونٹ ذبح کر دیجیے اور حلق کرا لیجیے، آپ ﷺ نے ان کی رائے قبول کی، چنانچہ آپ باہر تشریف لائے، اپنی قربانی کی اور حلق کرایا، آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی قربانیاں کیں، اور حلق کرایا، ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک دوسرے پر ٹوٹ رہا تھا، اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا (بخاری، حدیث نمبر: ۲۷۳۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہم امور میں عورت سے رائے لینی چاہیے، اور رائے پسند آنے کی صورت میں اس پر عمل بھی کرنا چاہیے۔

گھر والوں کے دین کی فکر

آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی کا ایک تابناک اور لائق تقلید پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کی دین کی فکر کرتے تھے اور ان کو دیندار بنانے کا اہتمام کرتے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کبھی گھر میں تشریف لاتے تو قدرے بلند آواز سے یہ کلمات دہراتے: اگر ابن آدم کے پاس مال کے دو بھرے ہوئے میدان ہوں تو بھی آدمی تیسرے میدان کی حرص کرے گا، اس کے حرص کے منہ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ (شعب الایمان، حدیث نمبر: ۹۷۹۹) آپ ﷺ کے ان کلمات کو بار بار دہرانے کا مقصد یہ تھا کہ اہل بیت کو دنیا کی بے ثباتی اور فانی ہونے کا یقین دلوں میں بیٹھ جائے، آج یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی حد تک مرد حضرات نمازوں کے پابند ہوتے ہیں تلاوت قرآن اور نوافل کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن ان کے گھر میں دین کا ماحول نہیں ہوتا، ان کے بیوی اور بچے فرائض و واجبات سے غفلت اور سستی برتتے ہیں، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے گھر والوں کو دیندار بنانے کا اہتمام کریں، انہیں مرضیات خداوندی پر چلنے کی عادت ڈالیں

بیوی سے اظہار محبت

بیوی سے محبت و تعلق کا اظہار بھی اس رشتہ کی پختگی اور استحکام میں غیر معمولی اور اہم کردار ادا کرتا ہے، آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے وقتاً فوقتاً محبت کا اظہار کرتے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک مرتبہ میں پانی پی رہی تھی، اتنے میں آپ ﷺ گھر تشریف لائے، اور فرمایا: عائشہ! تھوڑا پانی بچانا، میں نے پانی بچا دیا، آپ ﷺ قریب آئے، اور پوچھا عائشہ! تم نے اپنے ہونٹ کہاں لگائے تھے؟ حضرت عائشہؓ کے بتلانے پر آپ ﷺ نے گلاس کے اسی حصہ پر ہونٹ لگا کر پانی نوش فرمایا۔ (نسائی) ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں حالت حیض میں کھانے کے دوران ہڈی چوستی تو آپ ﷺ جہاں سے میں نے اس ہڈی کو چوسا ہوتا وہاں منہ رکھ کر ہڈی کو چوستے۔
(مسند ابو یعلی الموصلی، حدیث نمبر: ۴۷۷۱)

بیوی کے اعزاء واقارب کا خیال

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: مجھے حضرت خدیجہ پر غیرت آتی تھی، جب کہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا، اور وجہ اس کی یہ تھی کہ آپ ﷺ کثرت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے، کبھی بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بھیجا کرتے تھے (بخاری) اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بیوی کے رشتہ داروں کے ساتھ خیر خواہی اور حسن سلوک کرے، اور ان کے لئے وقتاً فوقتاً ہدایا بھیجتا رہے، بیوی کے سامنے اس کے رشتہ داروں کی برائی نہ کرے، اور نہ ان کی غیبت کرے، اس سے زوجین میں محبت بڑھے گی، اور ازدواجی رشتہ پائیدار اور پرسکون ہوگا۔

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

نسیم ھدایت کے جھونکے

پروفیسر ضیاء الرحمٰن اعظمی سے ایک خاص ملاقات

انٹرویو: ذاکر اعظمی ندوی (ریاض)

اسلام کی صداقت کے معترف عصر حاضر میں اعظم گڈھ کے در نایاب کے ساتھ ایک خاص گفتگو

اسلام کی صداقت جب افریقہ کے ایک کالے حبشی غلام بلال کے دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے تو اسے عرب کے گوروں کا سیدنا بنا دیتی ہے، فارس کے آتش پرست سلمان پر جب مذہب اسلام کی خوبیاں عیاں ہوتی ہیں تو سلمان اہل بیت رسول کے خطاب سے سرفراز ہوتے ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اگر ایک طرف پیغمبر اسلام ﷺ نے اسلامی مساوات کا عملی نمونہ پیش کیا تو دوسری طرف حجۃ الوداع کے موقع پر ان زریں کلمات سے ''کسی عربی کو کسی عجمی پر فوقیت نہیں، اور نہ ہی کوئی عجمی کسی عربی سے افضل ہے، نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے سوائے تقوی کے'' دنیائے انسانیت کو رنگ ونسل، ذات پات، بھید بھاؤ کے بتوں سے ہمیشہ کے لئے آزادی دلائی۔

ویسے تو آغوش اسلام میں پناہ لینے والے نومسلموں کے قصے بہت سننے میں آتے ہیں، اور ہر ایک جادہ حق کی جانب ہدایت کی مختلف داستاں بیان کرتا ہے، مگر چند نفوس قدسیہ ایسے بھی ہیں جنہوں نہ صرف مذہب اسلام کو ذاتی طور پر اپنایا، اور اپنی زندگیوں میں نافذ کیا، بلکہ تاریخ اسلام میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے، جس پر ہم پشتینی مسلمان سوائے رشک کرنے کے اور کچھ نہیں کرسکتے۔ The Road to Makkah کے مصنف بیسویں صدی میں اسلام کی بیش بہا خدمت کرنے والے یہودی النسل علامہ محمد اسد ہوں، یا یہودی ہی گھرانے کی امریکہ کی مریم جمیلہ جنہوں نے اسلامی تہذیب کی عظمت کو نوجوان نسلوں میں جاں گزیں کرنے کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کردی اور (Western Civilization Condemns Itself) کا علمی تحفہ دے کر اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے مستشرقین کو ہمیشہ کے لئے خود اپنے گریبان میں جھانکنے پر مجبور کردیا، اسی سلسلۃ الذہب کی ایسی ہی ایک کڑی کے بارے میں آج ہم گفتگو کرنے جارہے ہیں جو بلریا گنج کے حکیم محمد ایوب ندویؒ کے حسن کردار سے متاثر ہوکر 16-17 سال کی عمر میں دولت اسلام سے سرفراز ہوتا ہے اور اس خطہ اعظم کی مردم خیزی جس نے شبلی وفراہی، محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، صاحب الرحیق المختوم صفی الرحمٰن مبارکپوری جیسے عباقرہ زماں پیدا کئے، پر مہر لگاتے ہوئے اور انہیں انفاس قدسیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی تاریخ میں وہ زریں کارنامہ انجام دیتا ہے جسے دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی ،میری مراد پروفیسر ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب سے ہے۔

گذشتہ دسمبر کے اواخر میں ناچیز کا مدینہ کا سفر ہوا، جب سے ان کی کتاب'' دراسات فی الیہودیۃ والمسیحیۃ وادیان الہند'' کا مطالعہ کیا اور اپنے ایم۔فل کے تھیسس میں خوب استفادہ کیا، تب سے دل میں خواہش تھی کہ کیوں نہ مصنف کتاب سے ملاقات کی جائے، میں نے برادرم عمار اجمل اصلاحی سے اس خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے ملاقات کا بندوبست کردیا جس کے لئے ہم تہ دل سے ان کے شکر گذار ہیں۔ آیئے ہم خود سنتے ہیں پروفیسر ضیاء الرحمٰن اعظمی کی قبول اسلام کی داستان خود ان کی زبانی۔

1955ء میں میری عمر کوئی پندرہ سولہ سال رہی ہوگی، ایک

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

عزیز دوست ماسٹر جنید صاحب نے کہا کہ تم اس وقت گرمی کی چھٹیوں میں بلریا گنج آئے ہوئے ہو، (اس وقت میں شبلی کالج اعظم گڈھ میں زیر تعلیم تھا) چلو حکیم ایوب صاحب سے تمہاری ملاقات کراتے ہیں، میری یہ سوچ کر ہمت نہیں ہوتی تھی کہ حکیم صاحب مریضوں میں مشغول ہوں گے، ہم کیوں ان کو تکلیف دیں اور وہ ہمیں کیوں ملاقات کا وقت دیں گے، لیکن جنید صاحب کے اصرار نے ہمیں مطب تک پہنچا دیا۔

یوں تو انہیں پہلے بھی دیکھا تھا لیکن آج دیکھنے میں کچھ اور ہی لگ رہا تھا، صورت وسیرت دونوں میں یکتائے روزگار، چہرہ پر نورانی بارش، اور دل میں شفقت وکرم کا جوش، نظر پڑتے ہی ساری گھبراہٹ دور ہوگئی، جنید صاحب نے میرا تعارف کرایا اور عرض کیا کہ ان کو ہندی میں اسلام سے متعلق کوئی کتاب پڑھنے کیلئے دیدیں، یہ گرمی کی تعطیل میں کچھ دنوں بلریا گنج میں رہیں گے

انسان کے شب وروز گذرتے رہتے ہیں لیکن اس کو کیا معلوم رحمت الٰہی کا دروازہ کب کھلے گا، اس پہلی ملاقات کا اثر آج بھی دل پر تازہ ہے جس کو امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کر رہا ہوں۔ بقول شاعر:

پہلی نظر بھی آپ کی اُف کس بلا کی تھی
ہم آج تک وہ چوٹ ہیں دل پر لئے ہوئے

گفتگو کی حلاوت اور لہجے کی لطافت آج تک دل میں رچی بسی ہے:

أتاني هواها قبل أن أعرف الهوى
فصادف قلباً خالياً فتمكنا

(محبت اس وقت آئی جب میں اسے جانتا بھی نہ تھا، دیکھا کہ دل بالکل خالی ہے، بس دل میں بس گئی)

محترم حکیم صاحب نے ایک چھوٹی سی کتاب ''ستیہ دھرم'' کیا دی کہ آسمان وزمین کے خزانے بھی ہیچ لگنے لگے۔

(فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للاسلام)

کتابوں کے مطالعہ سے مجھے فطری رغبت تھی، چنانچہ بڑے شوق سے کتاب پڑھی اور اس مطالعہ نے میرے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی، مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں اب تک مہیب تاریکیوں میں کھویا ہوا تھا، وہ تہ در تہ تاریکیاں چھٹ رہی ہیں اور پہلی بار روشنی کی کرنیں دکھائی دے رہی ہیں، اس احساس نے میرے دل میں اس روشنی سے ہمکنار ہونے کی تڑپ پیدا کردی، میں نے اس کتاب کو کئی بار پڑھا اور ہر بار گرمی شوق دوآتشہ ہوتی گئی، میں نے فیصلہ کیا کہ اس مصنف کی ہندی میں ترجمہ شدہ تمام کتابیں حاصل کر کے پڑھوں گا۔

میں نے ہندو مذہب کی باقاعدہ تعلیم تو حاصل نہیں کی تھی، البتہ ایک ہندو گھرانے میں پیدائش اور اپنے گردوپیش کے شدید مذہبی ماحول کی وجہ سے میں ہندو مذہب کے عقائد اور رسوم سے اچھی طرح متعارف بھی تھا اور بے حد متاثر بھی، بلکہ میرے دل میں ہندو مذہب کے لیے شدید عصبیت تھی۔ میں ہندو مذہب کے سوا کسی دوسرے مذہب کو برسرحق نہیں سمجھتا تھا، لیکن اسلام کا مطالعہ شروع کیا اور میرے سامنے اسلام کا یہ دعویٰ آیا کہ ''ان الدین عند اللہ الاسلام'' یعنی صرف اسلام ہی دین حق ہے تو میں نے ایک بار پھر ہندو مذہب کو نئے سرے سے سمجھنے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے لیے اپنے کالج کے سنسکرت کے لیکچرار کی طرف رجوع کیا، وہ گیتا اور ویدوں کے بہت بڑے عالم تھے، لیکن مجھے مطمئن نہ کر سکے، امر واقعہ تو یہ ہے کہ ہندو مذہب کے دیومالائی نظام عقائد اور ناقابل فہم رسوم میں اطمینان قلب کے لیے سرے سے کوئی سامان ہی موجود نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے نوجوان طبقے میں اپنے مذہب کے دیومالائی تصورات اور عجیب و غریب رسوم کے متعلق سخت بے اطمینانی پائی جاتی ہے، اگر ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا جائے اور ان کی ذہنی سطح اور مخصوص پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے لٹریچر تیار کر کے ان میں پھیلایا جائے تو ان میں دعوت اسلامی کے پھیلنے کے بڑے مواقع ہیں، اس کا

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

مجھے ذاتی طور پر تجربہ ہے۔

اسی دوران مجھے خواجہ حسن نظامی کا ہندی ترجمہ قرآن پڑھنے کا موقع ملا، اللہ نے مزید مہربانی یہ کی کہ شبلی کالج ہی کے ایک استاد نے جو سید مودودیؒ کی فکر سے گہرے متاثر تھے اور جنھوں نے ایک ہفتہ وار حلقہ درس قرآن بھی قائم کر رکھا تھا، اسلام کے لیے میرا ذوق وشوق دیکھ کر مجھے اپنے حلقہ درس میں شامل ہونے کی خصوصی اجازت دے دی۔ سید مودودیؒ کی کتابوں کے مسلسل مطالعے اور حلقہ درس قرآن میں باقاعدگی سے شمولیت نے میرے قبول اسلام کے جذبے کو دو آتشہ کر دیا، مگر بعض خدشات دل و دماغ میں ابھر ابھر کر میرے اس روحانی سفر کی راہ میں حائل ہو جاتے اور میں ٹھٹھک کر رہ جاتا، سب سے زیادہ پریشانی یہ تھی کہ میں دوسرے اہل خاندان کے ساتھ کس طرح نباہ کر سکوں گا، خصوصاً چھوٹی بہنوں کے مستقبل کے متعلق بہت پریشان تھا، مگر اسی دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مجھے نتائج کی پروا کیے بغیر فوراً اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا، ہوا یہ کہ ایک دن ان ہی استاد صاحب نے جن کے حلقہ درس میں میں بلاناغہ شامل ہوتا تھا، سورۂ عنکبوت کا درس دیا۔ پہلے انھوں نے یہ آیت پڑھی:

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللهِ أَوْلِيَاء كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ، اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُون، (العنکبوت:۴۱) ''جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے، جو گھر بناتی ہے اور سب سے بودا گھر مکڑی کا ہوتا ہے، کاش لوگ (اس حقیقت سے) باخبر ہوتے۔''

پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے تمام سہارے مکڑی کے جالے کی طرح کمزور اور بے بنیاد ہیں، ان کی اس تشریح اور دل میں کھب جانے والے اندازِ بیان نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور میں نے بغیر کسی تاخیر کے اسلام قبول کرنے اور تمام سہاروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا سہارا پکڑنے کا فیصلہ کر لیا، اسی مجلس میں میں نے اپنے استاد سے کہا کہ میں فوری طور پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، ساتھ ہی ان سے نماز سے متعلق کوئی مناسب کتاب بھی مانگی۔ انھوں نے مجھے ادارہ ''الحسنات'' رام پور (یوپی) کی آسان ہندی زبان میں شائع کردہ کتاب ''نماز کیسے پڑھیں؟'' دی، جس سے میں نے چند گھنٹوں کے اندر اندر نماز سیکھ لی۔ مغرب کے قریب دوبارہ استاد کے پاس پہنچا۔ اور ان کے ہاتھ پر باقاعدہ اسلام قبول کر لیا اور ان ہی کی اقتدا میں مغرب کی نماز ادا کی، یہ میری سب سے پہلی نماز تھی اور اس کی کیفیت میں کبھی بھول نہ سکوں گا۔

قبول اسلام، انکشاف اور اعلان کے درمیان کئی ماہ کا وقفہ رہا، حلقہ بگوش اسلام ہونے کے فوراً بعد مجھے ایک زبردست ذہنی کشمکش سے دوچار ہونا پڑا، یہ دراصل اس عملی کشمکش کا نقطۂ آغاز تھا، جو چند ماہ بعد میرے قبول اسلام کے انکشاف اور اعلان کے بعد شروع ہونے والی تھی۔ اس ذہنی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا سلسلہ تعلیم منقطع ہو کر رہ گیا۔ میرا سارا وقت یا تو سید مودودیؒ کی کتابوں کے مطالعے میں گزرتا یا ان کتابوں کے منتخب حصے اپنے ساتھی طلبہ کو سنانے میں، نماز کے وقت میں چپ چاپ گھر سے نکل جاتا اور کسی الگ تھلگ جگہ جا کر نماز ادا کرتا، یہ سلسلہ کوئی چار ماہ تک جاری رہا، لیکن میری یہ سرگرمیاں زیادہ مدت تک پوشیدہ نہ رہ سکیں میں اعظم گڑھ میں اپنے ایک عزیز کے یہاں رہتا تھا۔ اس کا لڑکا میرا دوست اور ہم راز تھا۔ اس نے جو مجھ میں یہ تبدیلیاں دیکھیں تو پہلے خود مجھے سمجھانے کی کوشش کی اور کہا کہ اس طرح اسلام قبول کرنے کے بعد میں اپنے والدین اور عزیز و اقارب سے کٹ جاؤں گا، لیکن جب اس نے ''ناقابل اصلاح'' پایا تو والد صاحب کو کولکاتہ خط لکھ دیا کہ فوراً اعظم گڑھ پہنچیں، ورنہ لڑکا ہاتھ سے نکل جائے گا۔ والد صاحب خط ملتے ہی پہنچ گئے اور پھر مجھے بتدریج ان حالات سے دوچار ہونا پڑا، جن کی توقع تھی اور جن کے لیے میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر پہلے سے تیار کر چکا تھا۔

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

والد صاحب کولکتہ سے اعظم گڑھ پہنچے تو انھوں نے ابتدا میں براہ راست مجھے کچھ کہنے کے بجائے میرے حالات کا جائزہ لیا، پھر یہ سمجھتے ہوئے کہ میں شاید کسی جن یا بھوت سے متاثر ہوگیا ہوں، مختلف پنڈتوں اور پروہتوں سے میرا علاج کرانے لگے، لیکن کوئی جن یا بھوت ہوتا تو شاید جھاڑ پھونک سے چلا جاتا۔ یہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا، چنانچہ وہ جو چیز بھی پنڈتوں اور پروہتوں سے لاکر دیتے، میں بسم اللہ پڑھ کر کھالیتا، بہرحال جب وہاں میرا علاج نہ ہوسکا تو والد صاحب نے مجھے اپنے ساتھ کولکاتہ لے جانے کا فیصلہ کیا، تاکہ تحریک اسلامی کے افراد سے جوان کے نزدیک اس ''بیماری'' کی اصل جڑ تھے، رابطہ برقرار نہ رہ سکے، لیکن بھلا یہ رابطہ کہاں اس طرح کے حیلوں بہانوں سے ٹوٹ سکتا تھا؟ چنانچہ کولکاتہ پہنچتے ہی میں نے وہاں کے تحریکی رفقا سے رابطہ قائم کیا اور اس طرح میرا سب سے بڑا یعنی نماز پڑھنے کا مسئلہ بھی حل ہوگیا، والد صاحب کو علم ہوا تو وہ بھونچکے رہ گئے۔ انھوں نے فوراً مجھے الہ آباد میں مقیم اپنے ایک عزیز کے ہاں بھیج دیا۔ یہاں اب جھاڑ پھونک کے ساتھ ساتھ مختلف پنڈتوں اور پروہتوں نے مجھے سمجھانا بجھانا شروع کیا۔ کہنے لگے: ہندو مذہب اسلام کے مقابلہ میں زیادہ مکمل مذہب ہے۔ لیکن جب میں نے ہندو مذہب کے بارے میں سوالات کیے تو وہ جواب نہ دے سکے۔ زچ ہوکر بولے: اچھا، اگر ہندو مذہب چھوڑنا ہی ہے تو پھر مسلمان بننے کے بجائے عیسائی بن جاؤ، کیونکہ مسلمانوں کی زبوں حالی اور اس کے مقابلے میں عیسائیوں کی فارغ البالی سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ عیسائیت اسلام کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر مذہب ہے۔ میں نے جواب میں کہا: دراصل میں مسلمانوں سے نہیں، بلکہ اسلام سے متاثر ہوکر مسلمان ہوا ہوں۔

آخر کچھ عرصے کی جھاڑ پھونک اور بحث مباحثے کے بعد مجھے ناقابل علاج قرار دے دیا گیا اور والد صاحب دوبارہ گھر لے آئے، گھر والوں کا پہلے ہی رو رو کر برا حال ہو چکا تھا، مجھے مکان کے ایک کمرے میں رکھا گیا اور تحریکی رفقا سے رابطہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ ساتھ ہی والدہ صاحبہ، بہنوں اور دوسری رشتے دار خواتین نے مجھے اسلام سے باز رکھنے کے لیے اپنے طور پر رونے دھونے اور منت سماجت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ادھر جھاڑ پھونک بھی جاری رہی، لیکن یہاں ہر چیز بے اثر ثابت ہو رہی تھی، تنگ آکر گھر والوں نے سخت قدم اٹھانے کا فیصلہ کرلیا، مجھ پر دباؤ ڈالنے کے لیے ان سب نے بھوک ہڑتال کر دی۔ میرے لیے یہ بڑا ہی سخت اور صبر آزما مرحلہ تھا۔ والدین اور بھائی بہن کھانے کی کسی چیز کو ہاتھ تک نہ لگاتے، وہ میری نظروں کے سامنے بھوک سے نڈھال پڑے سسکتے رہتے، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے استقامت بخشی اور اسلام سے باز رکھنے کا یہ حربہ بھی کارگر نہ ہوا۔

دین حق سے مجھے برگشتہ کرنے کے جب سارے حربے ناکام ثابت ہوئے تو تشدد کے وہ راستے اپنائے گئے جن سے صدر اسلام کے عظیم سپوتوں بلال وسمیہ وعمار کو گذرنا پڑا، مگر اسلام کا جادو تھا کہ سر چڑھ کر بولتا تھا اور اترنے کا نام نہیں لیتا تھا، جب ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور کوئی بھی تدبیر کامیاب نہ ہو پائی تو والدین کے رویے میں بھی خاصی تبدیلی آگئی، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر انھیں مجھ جیسے حالات سے دوچار ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو بعید نہ تھا کہ معمولی توجہ سے وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے۔

تحریک کے ذمہ داروں نے میری تعلیم کا بندوبست دارالسلام عمرآباد میں کرایا، وہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد میں نے مزید تعلیم کے لیے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا، جو بآسانی مل گیا۔ چار سال کے بعد وہاں سے فارغ التحصیل ہوا تو جامعۃ الملک عبدالعزیز، مکہ مکرمہ میں ایم اے میں داخلہ لیا۔ ایم اے میں میرا تحقیقی مقالہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث کی نوعیت اور حیثیت سے متعلق تھا اور اس کا عنوان تھا ''ابو ہریرۃ فی ضوء مرویاتہ وفی جمال شواہدہ وانفرادہ'' یہ امتحان بھی امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور رابطہ عالم اسلامی، مکہ

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

مکرمہ سے منسلک ہوگیا، رابطہ میں رہتے ہوئے بھی میں نے اپنی تعلیم جاری رکھی، جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) سے پی ایچ ڈی کی، میں نے اپنے تھیسس (Thesis) میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے عدالتی پہلو پر تحقیق کی ہے اور اس کا عنوان ہے: ''اقضیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''۔ یہ دونوں تحقیقی مقالے شائع ہو چکے ہیں (مصنف کی اجازت سے ناچیز راقم انشاء اللہ موخرالذکر کتاب کا انگریزی میں ترجمہ جلد مکمل کرے گا)۔

اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میں بھیانک اندھیروں سے نکل کر روشنی میں اور اتھاہ گہرائیوں سے اٹھ کر بلندیوں میں پہنچ گیا ہوں۔ مجھے اپنے مقصد زندگی کا پہلی بار صحیح شعور حاصل ہوا۔ میں نے یہ بات بھی بڑی شدت سے محسوس کی کہ اسلام اور موجودہ مسلمان معاشرے میں بہت بڑا فرق ہے اور غالباً یہی بات غیر مسلموں کے قبول اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یوں تو اسلامی نظام حیات کے ہر پہلو کی کیفیت 'کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست' کی سی ہے، لیکن پھر بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اسلام کے رشتہ اخوت و مؤاسات نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آج اس گئے گزرے دور میں بھی اسلام کے ان تابناک اصولوں کی برکت سے مسلمان معاشرے میں'انما المومنون اخوۃ' (الحجرات:۱۰) کا جذبہ جاری و ساری ہے، اسی طرح آج بھی مسلمان معاشرے میں معاشرتی مساوات کی جو روح کارفرما ہے، اس کی نظیر کسی اور معاشرے میں نہیں ملتی۔'ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم' (الحجرات:۱۳) کے جس ارشاد ربانی نے دور رسالت مآب میں عربی نخوت کے بت کو پاش پاش کر دیا تھا اور بلال حبشی اور سلمان فارسی کو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا ہم پلہ بنا دیا تھا، اس کے اثرات اس گئے گزرے دور میں بھی مسلم معاشرہ پر بڑے صاف اور واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔

تحریک اسلامی میں مجھے سب سے زیادہ تحریک کے داعی سید مودودیؒ کے ذاتی کردار نے متاثر کیا، راہ حق میں عزیمت و استقامت کی جو نظیر سید مودودیؒ نے قائم کی، اس کی مثال ماضی قریب میں بمشکل ہی ملے گی۔ محض دعویٰ کرنا اور بات ہے، لیکن پھانسی کی سزا ملنے پر بھی پائے استقامت میں لغزش نہ آنے دینا اور باطل کے ساتھ سمجھوتے کی پیشکش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دینا کوئی معمولی بات نہیں۔''

کسے پتہ تھا کہ بلریا گنج کی تنگ گلیوں میں رہنے والا بانکے رام ایک دن عالم اسلام کی مایہ ناز دانش گاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا نہ صرف استاذ بلکہ اس کے تحقیقی ڈپارٹمنٹ کا سربراہ ہوکر ریٹائر ہوگا، اور اس سے بڑی باشندگان اعظم گڈھ کی نیک نامی اور کیا ہوگی کہ اسی مٹی کے ایک لعل کے لئے مسجد نبوی میں درس حدیث کی خاص مسند سجائی جاتی ہے۔

اب تک اردو، ہندی، عربی میں اعظمی صاحب کی متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ''گنگا سے زمزم تک'' اردو زبان میں ہے جوان کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی داستان ہے ہندی زبان میں اسلام کے بنیادی عقائد اور اسلامی نظام حیات کے مختلف پہلوؤں کو ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کی صورت میں خالص علمی انداز میں پیش کیا ہے، ہندومت، بدھ مت، جین مت اور سکھ مت کا تقابلی مطالعہ جلد ہی منظر عام پر آنے والی ہے، موصوف کی تالیف کردہ مختلف کتابیں سعودی عرب کی جامعات کے اعلی درجوں کے کورس کا حصہ ہیں جس میں سرفہرست ''دراسات فی الیہودیہ والمسیحیہ وادیان الہند'' قابل ذکر ہے، اس کے علاوہ ''الجامع الکامل'' کی متعدد جلدوں میں کتب احادیث میں منتشر احادیث صحیحہ کو یکجا کر کے وہ تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے جس کا اعتراف 2-3 صدیوں بعد علمی حلقوں کو ہوگا۔ ''المنۃ الکبری'' و ''المدخل إلی السنن الکبری للبیہقی'' و ''تحفۃ المتقین'' پروفیسر اعظمی کی وہ گراں قدر علمی تصنیفات ہیں جن کا ایک زمانہ شرمندہ احسان رہے گا۔

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

کتابیں اپنے آباء کی — اکابرین اسلام کے تحریری کارناموں پر مشتمل ایک سلسلہ

قاضی ابوالمعالی اطہر مبارکپوری (۱۹۱۶ء-۱۹۹۶ء) اور ان کی مایہ ناز تصنیف

رجال السند والهند الی القرن السابع

❖ مطیع الرحمٰن عوف ندوی

قاضی اطہر مبارکپوری، دنیائے علم وادب، دین شریعت اور تاریخ وتمدن کا ایک ایسا عنوان ہے جس پر جتنا لکھا جائے کم ہے، قاضی صاحب پیکر علم وفن اور تاریخ وادب کے درشہوار تھے، انھوں نے صحافت کی دنیا میں بھی اپنا سکہ جمایا اور نصف صدی تک روزنامہ انقلاب بمبئی کے صفحات پر علم وادب کے جام لنڈھاتے رہے، انھوں نے شاعری اور ادب کے میدان میں قدم رکھا تو ایک ماہر فن کی طرح عربی واردو زبان کے شاعر قرار پائے، خطابت کی دہلیز پر قدم رکھا تو سحبان بن وائل کی یاد تازہ کردی، قاضی صاحب نے جب مسندِ درس سے علم کے دریا بہانے شروع کئے تو ہر تشنہ کام سیر ہوکر نکلا، ان تمام جامع اوصاف وکمالات کے ساتھ ایسی سادہ اور انکساری کی زندگی گذاری کہ اس میں اپنی مثال آپ رہے، وہ خود تحریر کرتے ہیں کہ ''طالب علمی کا پورا دور عسرت اور تنگی میں گذرا، کھانے پینے اور پہننے میں کفایت شعاری اور سادگی ہی رہی اس وقت آج کل کی طرح معاشرہ ومعیشت کی فراوانی وفراخی نہیں تھی، عام طور سے لوگ روکھی پھیکی زندگی کے عادی تھے، اس لئے تنگ دستی اور غربت کا احساس نہیں تھا بلکہ سب لوگ اسی زندگی پر راضی وخوش رہا کرتے تھے، اس میں بڑی خیر و برکت تھی، میں بھی ہر معاملہ میں اپنے ذوق وشوق کے مطابق سامان مہیا کرلیا کرتا تھا اور کبھی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوا۔ سفید پگڑی گاڑھے کا کرتا پائجامہ عام لباس تھا، شیروانی بہت کم پہنتا تھا، اوپر صدری ہوا کرتی تھی، ٹوپی کشتی نما اچھے کپڑے کی ہوتی تھی، جوتا اس زمانہ کے لحاظ سے قیمتی ہوتا تھا، عطر کی شیشی ہمیشہ جیب میں رکھتا تھا، کپڑے خود ہی دھولیا کرتا تھا، یہی وضع قطع آج بھی باقی ہے مگر اب احساس ہوتا ہے کہ اتنی سادگی بھی اچھی نہیں بلکہ بعض اوقات مضر، موہم بخل اور باعث تحقیر ہوجاتی ہے۔ (قاعدہ بغدادی سے بخاری تک)

جب قاضی صاحب بمبئی منتقل ہوئے تو اس سادگی کو عروس البلاد کی رنگارنگی نے بھی متاثر نہ کیا، لکھتے ہیں:

آگے چل کر کفایت شعاری، سادگی، خود شناسی اور کم آمیزی نے بہت فائدہ دیا، اسی کی برکت ہے کہ بمبئی جیسے شہر میں مدت دراز تک رہنے کے باوجود بمبئی والا بالکل نہیں بن سکا، بڑی بڑی عقیدت مندانہ پیش کش کو شکریہ کے ساتھ واپس کردیا، تملق، چاپلوسی اور خوشامد سے نفرت رہی، اور مدرسہ کی فضا میں جو ذہن ومزاج بنا تھا وہ اس شہر کی رنگینی اور دولت کی نذر نہ ہوسکا، اور الحمدللہ میں نے اس شہر کے ایک معمولی کمرہ میں بیٹھ کر وہ کام کیا جو بڑی تنخواہوں پر علمی اور تصنیفی وتالیفی اداروں میں کیا جاتا ہے، اور اس سے دولت کمائی جاتی ہے۔

میں نے اپنی کتاب پر نہ کوئی معاوضہ لیا نہ رائلٹی کی بات کی، نہ اس کے لئے کوئی تحریر لکھی، بلکہ علم کی خدمت واشاعت کے جذبہ سے لکھی اور اسی جذبہ سے ناشروں کو ان کی طباعت و اشاعت کی اجازت دی۔ (قاضی اطہر مبارک پوری ص ۳۹)

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

قاضی صاحب علم وادب اور تاریخ وسیرت کے دریائے بے کنار تھے، انھوں نے اپنے زمانہ طالب علمی ہی میں بعض کتابیں تالیف کرلی تھیں، بچپن ہی سے شاعری اور تصنیف و تالیف کا ذوق تھا، ان کی کم عمری کی تحریریں بھی بعض اکابر کو پختگی کی تحریریں معلوم ہوتی تھیں، یہاں تک کہ بعض حضرات نے ان کی تحریروں کو دیکھ کر انہیں متقدمین میں گمان کیا، قاضی صاحب بچپن ہی سے مطالعہ کے عادی تھے اور انہوں نے ادب و بلاغت اور تاریخ وسیرت کی امہات الکتب کا مطالعہ اس عمر میں کرلیا تھا، جب ہنسنے کھیلنے کے دن ہوتے ہیں۔

قاضی صاحب کی ولادت ۴؍رجب المرجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۷؍مئی ۱۹۱۶ء کی صبح ہوئی، مبارک پور کے محلّہ صوفی میں اپنے آبائی وطن میں تولد ہوئے، والدین اور نانا مرحوم مولانا احمد حسین صاحب رسول پوری نے ''عبدالحفیظ'' نام رکھا، بعد میں ابوالمعالی عبدالحفیظ قاضی اطہر مبارک پوری کے نام سے شہرت ہوئی۔ والد کا نام شیخ حاجی محمد حسن بن شیخ حاجی لعل محمد بن شیخ محمد رجب بن شیخ محمد رضا بن شیخ امام بخش بن شیخ علی متوفی ۱۱؍ربیع الاول ۱۳۹۸ھ ہے اور والدہ کا نام حمیدہ بنت مولانا احمد حسین بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ جمال الدین متوفیہ ۲۲؍ذوالقعدہ ۱۳۵۲ھ ہے۔

قاضی صاحب کے جد اعلیٰ سلطان نصیر الدین ہمایوں کے دور میں کڑا مانک پور سے حضرت راجہ سید مبارک بن راجہ سید احمد بن راجہ سید نور بن راجہ سید حامد چشتی مانک پوری متوفی ۲؍شوال ۹۶۵ھ میں بانی مبارک پور کے ہمراہ اپنا حسب و نسب چھوڑ کر یہاں آئے، اور اسی زمانہ سے قضا کا عہدہ قاضی صاحب کے خاندان میں چلا آرہا ہے، جس کی خوبو اب بھی خاندان کے افراد میں پائی جاتی ہے، غیرت وحمیت، عزت نفس، صاف گوئی اور خودداری کا پاس ولحاظ بہت رہا ہے، اور آج بھی یہ اوصاف اس خاندان میں پائے جاتے ہیں۔

قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین کے بعد وطن کے مدرسہ احیاء العلوم میں حاصل کی، ابتدائی تعلیم کا یہ زمانہ ان کی عمر کے تیرہ چودہ سال تک رہا اس کے بعد عربی تعلیم بھی اسی ادارہ میں حاصل کی، اور مختلف علوم وفنون میں ماہر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، ان کا دور طالب علمی بھی عام طالب علموں سے الگ تھا، احیاء العلوم سے الاحیاء نام کا قلمی رسالہ نکلا تو اس کے مدیر قاضی صاحب ہی ہوئے۔

قاضی صاحب نے اسی عمر میں مضامین لکھنے شروع کردیئے جو ملک کے مؤقر رسائل میں شائع ہونے لگے، قاضی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''سب سے پہلے میرا نام ایک پہیلی کے سلسلہ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے رسالہ پیام تعلیم میں چھپا تو مولانا شکر اللہ صاحب نے بلا کر مجھے داد دی، اس کے بعد اخبار الجمعیۃ دہلی میں واردھا کی خطرناک تعلیمی اسکیم کے عنوان سے ایک مختصر سا مضمون چھپا، پھر ۱۳۵۳ء میں رسالہ ''مومن'' بدایوں میں ایک صفحہ کا مضمون مساوات کے عنوان سے شائع ہوا، کہنا چاہئے کہ میرا اب سے پہلا مضمون یہی ہے جو اس زمانہ میں شائع ہوا، ان مضامین کی اشاعت کے بعد مضمون نگاری کا سودا سر میں ایسا سمایا کہ اس کے لئے باقاعدہ انتظام واہتمام کیا بازار سے ایک میز ایک روپیہ دو آنہ کی، اور ایک اسٹول چھ آنہ کا خریدا، ایک خوبصورت بڑا سا قلمدان بنوایا، اس پر سیاہ پالش کر کے پشت پر سفید حرفوں میں بخط عربی ''علم بالقلم'' لکھا، سرخ اور سیاہ روشنائی بنائی، قسم قسم کے قلم خریدے اور اسی میز پر کاغذات اور قلمدان وغیرہ نہایت سلیقہ سے رکھ کر کتب بینی، مضمون نویسی اور شاعری کا مشغلہ جاری رکھتا تھا، مضمون نویسی کے بارے میں صرف میرا ذوق رہ نما ہوا، اور خود اعتمادی نے بہت حوصلہ افزائی کی، معلومات کی پرکھ اور اسلوب نگارش وغیرہ میں کسی کی رہ نمائی حاصل نہ کرسکے، اس

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

لئے ایک مضمون کئی کئی بار لکھتا اور پھاڑ کر پھینک دیتا اور کافی محنت کے بعد میرے ذوق کے مطابق ہوتا، ساتھ میں خیال ہوتا کہ یہ مضمون قابل اشاعت ہوا یا نہیں، اگر کسی حک و اضافہ اور بلاتغیر وتبدل چھپ جاتا تو حوصلہ میں نئی جان آجاتی اور فوراً دوسرا مضمون تیار کرتے میں لگ جاتا۔

(ماہنامہ ضیاء الاسلام قاضی اطہر نمبر، ص ۳۰)

چنانچہ قاضی صاحب کی یہ تصنیفی دلچسپی اور ان کا ذوق علم کارفرما رہا اور زمانہ طالب علمی ہی میں تین کتابیں اردو اور دو کتابیں عربی زبان میں تالیف کرلیں۔

۱۔حضرت کعب بن زہیرؓ کے قصیدہ بانت سعاد کی عربی شرح خیر الزاد فی شرح بانت سعاد کے نام سے مرتب کی، ابتداء میں مقدمہ لکھا، شاید یہ کتاب شائع نہ ہوسکی۔

۲۔وفیات الاعیان، تذکرۃ الحفاظ، فہرست ابن ندیم سے علماء سلف اور ائمہ علم وفن کے واقعات مختلف عنوانات پر جمع کرکے عربی میں ایک کتاب ''مرآۃ العلم'' کے نام سے مرتب کی جو ۵۴ر صفحات پر مشتمل تھی۔

۳۔ائمہ اربعہ کے نام سے ایک کتاب تیار کی جو مضامین کی شکل میں ''قائد'' میں شائع ہوتی تھی، انہی کو جمع کر دیا، اس نام سے ایک کتاب قاضی صاحب کی مطبوعہ ہے لیکن انھوں نے لکھا ہے کہ قیام لاہور کے زمانہ میں مرکز تنظیم اہل سنت نے شائع کرنے کے لئے کتابت کرائی، لیکن تقسیم ملک کی وجہ سے اصل نسخہ غائب ہوگیا، اس کا مثنی میرے پاس تھا، ۱۳۶۸ھ میں بمبئی گیا تو سلطان کمپنی بھنڈی بازار نے شائع کرنے کا وعدہ کیا مگر چند دنوں بعد اس کا مالک پاکستان چلا گیا، اور آج تک پتہ نہ چلا۔

۴۔بعض مراجع سے ''الصالحات'' کے نام سے صحابیاتؓ کے دل آویز واقعات جمع کئے، یہ کتاب بھی طبع نہ ہوسکی۔

۵۔اصحاب صفہ کے نام سے ایک منظوم کتاب لکھی، جس میں تقریباً سوا دو سو اشعار تھے، اس کو شاہنامہ اسلام کے طرز پر مرتب کیا، یہ بھی شائع نہ ہوسکی۔

احیاء العلوم کے بعد قاضی صاحب نے مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد تلاش معاش کے لئے سرگرداں ہوگئے، تلاش معاش کے سلسلہ میں خود قاضی صاحب کی زبانی سنئے، قاضی صاحب اپنی خودنوشت سوانح ''کاروان حیات'' میں تحریر کرتے ہیں:

''فراغت کے بعد ملازمت کی تلاش شروع ہوئی، مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو دہلی لکھا کہ آپ قرآن کی تعلیم وتفہیم کا ادارہ جاری کرنے والے ہیں، میں بھی اس میں داخلہ کا امیدوار ہوں، مولانا نے جواب دیا کہ قوم کی بے توجہی سے اب تک اس کا انتظام نہیں ہوسکا ہے، اگر ادارہ جاری ہوا تو آپ کا خیال رکھا جائے گا، بات آئی گئی ہوئی، مولانا شکراللہ صاحب کے مشورہ سے مولانا محمد منظور نعمانی کو لکھا کہ ''دفتر الفرقان'' میں جگہ ہو تو مجھے رکھ لیں، انھوں نے ٹیلی گرام کے ذریعہ لکھنؤ بلایا، اور جب گیا تو کہا کہ ندوۃ العلماء میں ہر جمعرات کو اجتماع ہوتا ہے، آپ اس میں میری تقریر نوٹ کریں، بیس روپیہ ماہوار ملے گا، یہ سوچ کر کہ ''لکھنؤ میں رہیں گے تو کھائیں گے کیا' مایوسی کے بعد دفتر جمعیۃ علماء صوبہ یوپی میں گیا اور کہا کہ جمعیۃ علماء میں نشر واشاعت کا شعبہ ہے، اس میں گنجائش ہو تو مجھے موقع دیں۔ مولانا بشیر احمد بھٹہ صدر تھے، انھوں نے کہا کہ فی الحال یہ شعبہ جاری نہیں ہے، پھر انہوں نے جمعیۃ علماء اور میرے مفاد میں کہا کہ آپ جمعیۃ کے لئے سفارت قبول کرلیں، چندہ کی رقم سے آپ کی تنخواہ اور جمعیۃ علماء کی آمدنی دونوں کا کام چلے گا، اس پیشکش کو بھی قبول نہ کرسکا، لکھنؤ سے ناکام واپس آیا، البتہ نخاس سے ڈریپر کی کتاب ''معرکۂ سائنس ومذہب'' مترجمہ مولانا ظفر علی خاں غالباً تین روپیہ میں خریدی، مکتبہ الفرقان سے ''نزھۃ الخواطر''

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

جلداول خریدی، یہ سفر میں نے دس روپیہ قرض لے کر کیا تھا، اس وقت ریل کا کرایہ دو روپیہ ۱۴ر آنے تھا، اس درمیان میں برما کے جیل افسر آئے، ان کو ایک دینی عالم کی ضرورت تھی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کے مشورہ سے طے پایا کہ میں برما جاؤں، ہر دو سال کے بعد واپسی ہوگی، تنخواہ وغیرہ گورنمنٹ دے گی، میں نے ان کی ایک دن دعوت بھی کی تھی مگر واپسی کے بعد وہاں سے کوئی خط نہیں آیا۔

جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو مولانا شکر اللہ صاحبؒ نے مدرسہ کے چندہ کے لئے بستی بھیجا، اور میں وہاں کے ایک طالب علم محمد تقی مرحوم کے گاؤں گیا، واپسی پر مولانا نے کہا کہ مدرسہ احیاء العلوم میں تم ایک سال حسبۃً للہ پڑھاؤ تو تم کو استحقاق ہوجائے گا، اور عربی درجہ میں لے لئے جاؤ گے، مرتا کیا نہ کرتا، والد صاحب سے مشورہ کے بعد مجبوراً حسبۃً للہ مدرس بن گیا شوال ۱۳۵۹ھ میں۔ ظاہر ہے کہ استحقاق کی خاطر حسبۃً للہ پڑھانا دوسرے امیدواروں کے حق میں مضر تھا، اس لئے حسبۃً للہ کا جملہ مذاق اور طعن وتشنیع کے طور پر استعمال ہونے لگا، کسی طرح سال پورا ہونے کے بعد شوال ۱۳۶۰ھ میں باتنخواہ مدرسی کی باری آئی، تو مولانا نے بارہ روپیہ میری تنخواہ تجویز کی، میں نے عاجزانہ جرأت کر کے انکار کر دیا، اور کہا کہ یہ جگہ ۱۵ر روپیہ کی ہے، چنانچہ یہی رہی، اور ان کے وصال سے پہلے یا بعد میں تین روپیہ کا اضافہ ہوا، اور اٹھارہ روپیہ تنخواہ ہوگئی۔

قاضی صاحب آگے تحریر کرتے ہیں کہ ”مدرسہ کا یہ دور معاشی اور خانگی حالات کے اعتبار سے میرے لئے بڑا صبر آزما اور کٹھن گذرا ہے، مگر ذہنی اور فکری اعتبار سے بڑا پر بہار رہا ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس قدر پریشاں خاطری بڑھتی جاتی ہے اسی قدر ہمت وحوصلہ میں توانائی آتی جاتی ہے، میں کوئی فن اور ہنر نہیں جانتا تھا، مدرسی کے علاوہ کیا کر سکتا تھا؟ پھر بچپن ہی سے پڑھنے پڑھانے کا شوق تھا، اور اسی میں مزاج بنا ہوا تھا، اسی لئے مدرسی میں خوب جی لگتا تھا، اور آج بھی مدرسہ ہی کا مزاج ہے۔

قاضی صاحب نے اس کے بعد بمبئی کی زندگی، اپنی شاعری اور خانگی حالات پر جو تحریر کیا ہے، اس کا لطف انہیں کی زبان میں ہے، آج کل کے لوگوں کے لئے خاصے کی چیز ہے

اسی زمانہ میں پروفیسر محمد حسن الاعظمی ازہر اپنے وطن مبارک پور آئے، اور انھوں نے یہاں رابطۃ الادباء کے نام سے ایک علمی انجمن قائم کی، اور طے پایا کہ اس انجمن کی طرف سے ایک ماہوار قلمی رسالہ عربی زبان میں نکالا جائے تا کہ طلبہ و مدرسین کو عربی زبان میں لکھنے کی مشق ہو، اس رسالہ کی ادارت میرے ذمہ تھی، چند نمبر نکل سکے جن میں اساتذہ کے مضامین عربی میں ہوتے تھے، اسی دوران میں نے اپنی کتاب ”مرآۃ العلم“ کو تالیفی شکل دی، جس کو زمانہ طالب علمی میں جمع کیا تھا، گویا طباعت کے لئے تیار ہوگئی، اس کے آخر میں لکھا ”کنت ألفت ہذا الکتاب فی زمن الطلب ثم بیضتہ وسمیتہ، مرآۃ العلم“ ۱۳۶۳ھ میں اس کو مدرسہ سے شائع کرنے کا ارادہ تھا، اس کے پہلے صفحہ پر لکھا تھا: ”تحت إدارۃ مجلس احیاء العلوم الاسلامیہ مبارکفور اعظم گڈھ (الہند) اسی دوران ”جمال الدین افغانی کے رسالہ ”الوحدۃ الاسلامیہ“ اور بعض دوسرے رسالوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا، شبان کمپنی بمبئی (ابنائے مولوی محمد بن غلام رسول السورتی تجار الکتب جاملی محلّہ بمبئی کی قائم کردہ) سے خط وکتابت کر کے اسی کے لئے یہ ترجمہ کیا تھا، جس کے معاوضہ میں دس روپیہ اور ایک کاپی، اور میرے نام و پتہ کی انگریزی میں ربڑ کی ایک مہر آئی تھی، میں نے معاوضہ کے سلسلہ میں انہیں پر فیصلہ چھوڑ دیا، جس پر انھوں نے خط میں یہ مصرعہ لکھا:

آپ نے الجھن میں الجھن ڈال دی

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

میں نے اس کے جواب میں لکھا:

ہم نوا ہوں میں بھی تیرا عندلیب
میں نے کیا الجھن میں الجھن ڈال دی

اور جب بمبئی پہنچا تو یہ ہمارے مخلص مولوی عبدالعزیز نکلے، جو کتب خانہ کے مالک تھے، اس زمانہ میں ان کو میں نے اپنی نظم ''اصحاب صفہ'' جو تقریباً ڈھائی سو اشعار پر مشتمل تھی، اس کو شائع کرنے کے لئے دیا مگر شائع نہ ہوسکی، اور نہ ہی مجھے مل سکی، اس دور میں تصنیفی و تالیفی ذوق کی تسکین نہ ہوسکی، نہ مضمون نگاری باقی رہ سکی، البتہ شعر و شاعری اپنے پورے عروج پر تھی، تنگ دستی اور پریشان خاطری میں فطری اور ذہنی پرواز میں کوتاہی نہیں آئی، بلکہ اس میں تیزی اور توانائی آگئی، (۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۴ء تک کا) یہ دور ہندوستانی سیاست میں بڑا ہنگامہ خیز گزرا ہے، دوسری جنگ عظیم جاری تھی، ہندوستان کی آزادی کا عمل تیز تر ہو رہا تھا، پورا ملک فسادات اور سیاسی ہنگاموں کی رزم گاہ بنا ہوا تھا، اور یہ دور میری مدرسی کا ہے، جس میں ۱۵/اور ۱۸/روپئے میں گزر کرنا پڑا، گھریلو پریشانی الگ تھی، اس میں میری شاعری کا شباب تھا، غزلوں میں ذاتی رجحانات کی عکاسی ہوتی تھی، اور نظموں میں تحریک آزادی کا رنگ ہوتا تھا ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء تک میری غزلیں اور نظمیں سہ روزہ ''زمزم'' لاہور، اور سہ روزہ ''مسلمان'' اور بعد میں ''کوثر'' لاہور میں مستقل طور پر سے شائع ہوتی تھیں، کئی غزلیں اور نظمیں ''مدینہ'' بجنور میں بھی شائع ہوئیں، اور جیسا کہ معلوم ہوگا کہ میری شاعری نے مجھے امرتسر اور لاہور پہنچایا، گرانی و نایابی کا دور تھا، ذریعہ آمدنی بالکل محدود تھا، طرح طرح کی الجھنیں تھیں، میں مدد کیا کرتا، اپنا اور بال بچوں کا خرچ پورا نہیں کرسکتا تھا، اس لئے مدرسہ احیاء العلوم میں مدرسی کے کچھ دنوں بعد مجھے وقتی طور پر اپنے خورد و نوش کا انتظام الگ کرنا پڑا اور میں موجودہ مسکونہ مکان میں آگیا۔ (بقیہ آئندہ)

یادرفتگاں اور ایصال ثواب

ہماری جامعہ امام ولی اللہ پھلت کے درجہ حفظ کے سابق استاذ جناب قاری عبدالحلیم صاحب (ساکن عمرپور ضلع مظفرنگر) ۱۸/اکتوبر کی صبح کو جمعہ کے دن اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے، وہ متعدد بزرگوں کے منظور نظر اور فیض یافتہ تھے، کافی پہلے اپنی تاریخی بستی میں ایک ادارہ جامعۃ الامام ضیاء الرحمن کے نام سے قائم کیا تھا، اسی کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیتے تھے۔ پس ماندگان میں عالم وحافظ پانچ صاحب زادگان چھوڑے۔

ماہنامہ ارمغان کے دفتر کے ذمہ دار مولوی شاہنواز کی نانی محترمہ نے اپنی بستی سانجک ضلع مظفرنگر میں ۱۴/اکتوبر کو وفات پائی، وہ صوم وصلوٰہ کی پابند ایک نیک خاتون تھیں۔

جامعہ امام ولی اللہ پھلت کے عظیم استاد جناب مولانا محمد اقبال قاسمی (ساکن کسیروہ ضلع مظفرنگر) کے والد محترم جناب حاجی دین محمد نے انتقال فرمایا، مرحوم اپنی نیکیوں اور خوبیوں کے باعث بڑے ہردل عزیز اور قابل احترام تھے، اور علم اور علماء سے، خصوصاً داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی سے بڑی محبت رکھتے تھے۔

اسی ماہ کے ۱۵/اکتوبر کو پروفیسر خالد زماں خاں ڈین شعبہ یونانی میڈیسن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا ایک طویل علالت کے بعد انتقال ہوا، حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے ان کے آبائی وطن کرت پور میں نماز جنازہ پڑھائی۔

اسی دوران ہی حضرت مولانا سعید احمد صاحب ناظم مدرسہ فیض العلوم مرزاپور پول ضلع سہارن پور کی وفات ہوئی

ارمغان کے ایک مخلص قاری سبیل احمد خاں، دلیرام بازار، دہرہ دون بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

ان تمام کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

پاسباں مل جائیں گے کعبہ کو اسی صنم خانہ سے

مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی

ہندوستان کے موجودہ سنگین حالات میں، جب لوگوں پر مایوسی کی کیفیت طاری ہوتی جارہی ہے، دعوتی نقطہ نگاہ سے ایک امید افزا اور فکر انگیز تحریر

ہمارے ملک میں اندلس کی تاریخ کا ریہرسل

آج سے نصف صدی قبل ہی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی نگاہ بصیرت سے اس کی پیشین گوئی کی تھی کہ ہمارے ملک کی سرزمین پر اندلس کی تاریخ دہرانے کی پوری تیاری ہوچکی ہے، اگر مسلمان بالخصوص علماء اپنی فراست کا ثبوت دیتے ہوئے اس آنے والے طوفان بلاخیز پر بند باندھنے کی کوشش نہیں کریں گے اور امتِ مسلمہ کو خوابِ غفلت سے بیدار نہیں کریں گے تو انھیں اپنی آنکھوں سے اس ملک میں اندلس میں اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد رونما ہونے والے دلخراش مناظر کو دیکھنے میں دیر نہیں لگے گی۔

ملک کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات جس کی مثال ماضی قریب کیا ماضی بعید میں بھی نہیں ملتی اس پر جب ہم مفکر اسلامؒ کی مؤمنانہ پیشین گوئی کے تناظر میں نظر دوڑاتے ہیں تو ایک عام مسلمان اور مؤمن کی طرح ہم پر بھی افسردگی اور مایوسی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، لیکن جب ہم عالم اسلام بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی ماضی قریب کی تاریخ خاص کر 1857ء اور ملک کی تقسیم وآزادی کے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کے دل دہلا دینے والے جو واقعات پیش آئے اس کا تجزیہ ملک کی موجودہ صورتِ حال سے کرتے ہیں تو یک گونہ اطمینان ہوجاتا ہے کہ اس ملک میں ان شاء اللہ اندلس کی تاریخ دہرانا آسان نہیں ہے، جب مسلمانانِ ہند اس سے بدتر حالات میں بھی اپنی ایمانی طاقت کے ساتھ الحمدللہ اس کا کامیاب مقابلہ کرکے دنیا کے سامنے اپنی مؤمنانہ زندگی کا ثبوت دے چکے ہیں تو ان شاء اللہ ان موجودہ تشویش ناک حالات میں بھی اپنی توحیدی شان کے ساتھ پھر ایک بار ابھر کر دنیا کے سامنے آنے میں کامیاب ہوں گے اور اس ملک میں اپنے دینی تشخص کے ساتھ اپنے وجود کو ثابت کرنے میں بھی کامیاب ہوں گے۔

لیکن ماضی کے اور موجودہ حالات میں فرق ہے

لیکن ہمیں یہ بات بھی سمجھنا چاہیے کہ ہمارے ملک کے مسلمانوں کو ماضی میں درپیش حالات اور موجودہ صورتِ حال میں بنیادی فرق ہے، ماضی میں نشانہ مسلمان تھے اور اب اسلام ہے، سابق میں مسلمانوں ہی کو عملاً ختم کرنے اور ان کو پوری طرح جانی ومالی نقصانات سے دوچار کرنے کی منصوبہ بند کوشش کی گئی تھی اور اس میں ان کو تھوڑی بہت کامیابی بھی ملی تھی، لیکن اب وہ اس سرزمین سے مسلمانوں کے بجائے اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اسی لیے 1857ء سے 1947ء تک نوے سال کے وقفہ میں اور اس کے بعد بابری مسجد کی شہادت تک مسلمانوں کی جان ومال کو نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجہ میں اس دوران وقفہ وقفہ سے رونما ہونے والے فسادات میں جامِ شہادت نوش کرنے والوں کی تعداد مجموعی طور پر دس لاکھ کے آس پاس پہنچ گئی جو پوری اسلامی

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

تاریخ میں بغیر جنگ کے کسی بھی ایک ملک میں یک طرفہ شہید ہونے والوں کی بہت بڑی تعداد تھی جس کی مثال ہمیں صرف بغداد میں تاتاریوں کے حملہ کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتی، اب صورت حال اس کے برخلاف ہے، عالم اسلام میں اب اسلام دشمن طاقتوں کو اندازہ ہوگیا ہے کہ وہ قیامت تک اس سرزمین سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے تو اس وقت یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان کو عملاً نام کے مسلمان رکھتے ہوئے اندورن سے ان کی ایمانی قوت کو ختم کیا جائے یا پھر ایمانی جذبہ کو کم ازکم سرد کرکے انھیں صرف جسمانی اعتبار سے باقی رہنے دیا جائے۔

ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ ایک حدتک اس میں ان کو کامیابی بھی ملی ہے، چنانچہ عالمی سطح پر نظام تعلیم میں ایسی تبدیلی کی گئی ہے کہ ایک طرف اس سے اخلاقی انارکی بھی آئے اور دوسری طرف اس سے استفادہ کرنے والے طلبہ وفارغین یا تو اپنے مذہب سے دور ہوجائیں یا کم ازکم اپنے گھر کی چہاردیواری تک اپنے دین کو محدود رکھیں اور مغربی تہذیب وثقافت کو اپناتے ہوئے خودساختہ روشن خیالی اور ترقی کے نام سے وہ ایک دن خود اپنے دین کے باغی اور معترض بن کر سامنے آئیں، چنانچہ آج عالم اسلام بالخصوص عالم عرب میں جو نئی تعلیم یافتہ نسل حکمرانی کے فرائض انجام دے رہی ہے ان کے نظریات وافکار، اسلام پر ان کے اعتماد کی کمی، یہود ونصاریٰ سے ان کی قربت اور دین پسند تحریکات واداروں اور اسلامی شخصیات سے ان کی دوری بلکہ نفرت اور الرجی ان ہی مذموم عزائم میں ان کی کامیابی کا ثبوت ہے۔

ہمارے ملک میں بھی اسی کامیاب منصوبہ کو درآمد کیا گیا ہے

عالم اسلام اور عالم عرب کی طرح ان یہود نواز تنظیموں اور صہیونی ومشنری اداروں کو تہذیبی یلغار اور فکری ارتداد کے حوالہ سے خود ہمارے ملک میں بھی غیر متوقع کامیابی مل رہی ہے، چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج سے دس سال قبل تک وقفہ وقفہ سے ملک کے کسی بھی صوبہ یا خطہ سے فرقہ وارانہ فسادات کی خبریں آتی تھیں لیکن آٹھ دس سال سے یہ سلسلہ تقریباً رک گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اعلیٰ سطح پر موجود پالیسی ساز شخصیات اور یہودیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھنے والے برہمن واداداروں کو عالمی سطح پر ہونے والے اس کامیاب منصوبہ وتجربہ کو ہمارے ملک میں بھی درآمد کرنے میں کامیابی ملی ہے، چنانچہ اس ملک سے مسلمانوں کو ختم کرنے کی ناکام کوششوں کے بعد مسلمانان ہندو برصغیر پر بھی اب اس آخری حربہ کو آزمایا گیا ہے جس کے مطابق مسلمان نام کے مسلمان رہ جائیں اور چاہے تو نماز، روزے اور حج وزکاۃ کے بھی پابند رہیں لیکن زندگی کے مختلف شعبوں اور انفرادی واجتماعی زندگی میں اپنے ملّی تشخصات کو چھوڑ کر اپنے دین کے زیر اثر رہنے کے ارادوں اور خیالات سے دستبردار ہوجائیں اور ایک ایسے متحدہ کلچر میں ضم ہوجائیں جس میں ایمان تو دور کی بات اخلاق اور حیا کا بھی دور دور تک نام ونشان نہ رہے۔

اسلام دشمن طاقتوں کو اس معاملہ میں مجموعی طور پر ماضی قریب میں اتنی کامیابی نہیں ملی ہے جتنی ان کو پچھلے دس سالوں میں عالم اسلام بالخصوص برِصغیر میں ملی ہے، جس کے نتیجہ میں ادھر چند سالوں میں فکری ارتداد والحاد کے جو واقعات مسلم معاشرہ میں پیش آئے ہیں وہ پچھلے پچاس سالوں میں پیش نہیں آئے ہیں، اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ 2005ء تک اسلام کے عائلی قوانین کے خلاف عدالتوں میں رٹ داخل کرنے والے اکثر غیر مسلم ہوا کرتے تھے اور اس میں اکّا دکّا ہی کوئی مسلمان ہوتا تھا، لیکن اب حال یہ ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کروڑوں کے صرفہ سے جن عائلی قوانین کے سلسلہ میں عدالتوں میں مقدمات کا سامنا کررہا ہے وہ اکثر خود ہمارے مسلمان بھائی بہنوں کی طرف سے داخل کردہ ہیں، اسی طرح اسلام پر اعتراضات کرنے والے ٹی وی چینلوں کے ڈیبیٹ میں اس وقت غیر مسلموں سے زیادہ ہمیں خود عصری تعلیم یافتہ مسلم مرد وخواتین نظر آرہے ہیں۔

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

یہاں اسپین کی تاریخ دہرانا ناممکن نہیں مشکل ضرور ہے

اس احساس کے باوجود کہ ہمارے ملک کو دوسرا اسپین بنانے کی بڑی حکمت عملی کے ساتھ منصوبہ بندی کی گئی ہے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا آغاز بھی ہو چکا ہے لیکن تاریخ کے جن طالب علموں کی اسپین میں مسلمانوں کے انخلا کے وقت اس وقت کے وہاں کے دینی واخلاقی حالات اور ہمارے ملک کی موجودہ صورتِ حال پر نظر ہے ان کا کہنا ہے کہ دونوں جگہ کے حالات میں بنیادی فرق ہے جس کی بنا پر ہندوستان میں اس تاریخ کو دہرانے کا قوی امکان تو ہے لیکن یہ اتنا آسان نہیں، مسلمانوں کو اسپین سے ہجرت کرانے اور اپنے دین سے دستبردار کرانے میں کامیابی ان کو اس لیے ملی تھی کہ وہاں اس وقت علما اور عوام کا آپسی ربط نہ ہونے کے برابر تھا، مذہبی قائدین خود آپس میں دست وگریباں تھے اور فقہی مسالک کو مذہب کا درجہ دیے ہوئے تھے، آپسی انتشار وافتراق اور گروہ بندی آخری حد تک پہنچ گئی تھی جس کی وجہ سے عوام دینی قیادت سے بدظن تھے، شریعت کے تحفظ میں اہم رول ادا کرنے والے دینی مدارس کا وجود وہاں اُس وقت نہ ہونے کے برابر تھا، نئی نسل کے ایمان پر باقی رکھنے کی کوششیں بھی جو دینی مکاتب کی شکل میں ممکن تھیں نہ ہونے کے برابر تھی، دوسری طرف غیر اسلامی تہذیب جس طرح خاموشی سے مسلمانوں کے اندرون سے ایمان وتوحید کو کھوکھلا کر رہی تھی اس کا احساس عوام تو عوام خواص کو بھی نہیں تھا اور نہ اس کے سدّ باب کیلئے اجتماعی کوششیں ہو رہی تھیں، برادرانِ وطن تک دین کا پیغام پہنچانے اور ان میں اسلام کا تعارف کرانے کا دعوتی کام بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔

لیکن اس کے برخلاف الحمدللہ ہمارے ملک کو ہزاروں کمیوں اور کوتاہیوں کے باوجود جس کا ہمیں خود الحمدللہ احساس بھی ہے اور اعتراف بھی، اب تک اس ناگفتہ بہ صورتِ حال سے مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے محفوظ رکھا ہے، اسپین میں ان کو کامیابی اس لیے بھی ملی تھی کہ ایک طرف خارج میں دشمنوں کی حکمتِ عملی اور منصوبہ بندی تھی تو دوسری طرف اندرون میں اس کے لیے میدان بھی ہموار تھا اور زمین بھی نرم تھی، ہمارے یہاں اگرچہ اس کے لیے نہ صرف کوششیں ہو رہی ہیں بلکہ اسپین سے زیادہ بڑے پیمانے پر اور بڑی چالاکی اور مکّاری سے اس کو عملی جامہ پہنانے پر توجہ بھی مبذول کرائی جا رہی ہے، لیکن ہزار کوششوں کے باوجود ان کو اس میں کامیابی کا ملنا ناممکن نہیں تو بہت دشوار ضرور ہے، اس لیے کہ ہمارے ملک کے طول وعرض میں الحمدللہ دینی مدارس کا جال مضبوط اسلامی قلعوں کی شکل میں آج بھی موجود ہے جس کی مثالیں پورے عالم اسلام میں اس وقت نہیں ملتیں، دین وشریعت سے عوام وخواص کو مربوط رکھنے میں اہم رول ادا کرنے والی سدّ سکندری کی طرح قائم یہ ایمانی چہار دیواریں اور تحفظِ شریعت کے مراکز جس کی اہمیت کا اندازہ ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو ہے اپنا دعوتی فریضہ کسی نہ کسی صورت میں انجام دے رہے ہیں، اسی کے ساتھ دین اسلام کو انحرافی نظریات سے محفوظ رکھنے اور نت نئے فتنوں کے تعاقب کا فریضہ بھی ہمارے یہی دینی مدارس کے فارغین ہی انجام دے رہے ہیں الحمدللہ علماء پر عوام ہی نہیں خواص کا بھی اعتماد ابھی بھی باقی ہے، ان کی ایک آواز پر لاکھوں کا جو مجمع آج بھی اپنے دین کے تحفظ کے لیے میدان میں آکر اپنی زندگی کا ثبوت دیتا ہے اس کا تصور اس وقت آپ کسی اسلامی ملک میں بھی نہیں کر سکتے، اپنے ہزار مسلکی اختلافات کے باوجود دینی حلقوں اور مذہبی قیادت میں آج بھی ملت کے مشترکہ مسائل میں تال میل کسی نہ کسی صورت میں پایا جاتا ہے، علماء اور دینی قیادت پر امت کا یہی اعتماد، ان دینی مدارس اور اسلامی قلعوں کی برکت سے مسلمانوں کا توحیدِ خالص کے ساتھ اپنی شریعت پر زندہ رہنے کا یہی پختہ عزم اور شریعت سے ان کی وابستگی ووارفتگی کی یہی عظیم نعمت دشمنوں کی نظر میں اس وقت کھٹک رہی ہے، ان کو اب یقین ہو گیا ہے کہ ہم اس ملک میں اسلام کو زندہ رکھنے والے ان مدارس کے پھیلتے اس وسیع جال کو نہ

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

ختم کر سکتے ہیں اور نہ علماء سے عوام کے اس مستحکم ربط کو ختم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، اس لیے اب ان کی کوششیں یہی ہیں کہ کم از کم دینی قیادت پر عوام وخواص کے اعتماد میں خاموشی سے کمی لانے کی کوشش کی جائے اور دینی مدارس سے عوامی ربط کو کمزور کیا جائے اور خود ان مدارس کو خالص دینی تعلیم کے بنیادی مقصد سے ہٹا کر عصری تعلیم کی آمیزش کے ساتھ اس کی حقیقی روح سے اس کو دور کر کے برائے نام مدرسہ یا جامعہ رہنے دیا جائے۔

اس پورے پس منظر میں اب برصغیر کے مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اگر اپنے اس ملک میں اسپین کی تاریخ کو دہرانے سے اس کو بچانا چاہتے ہیں تو اپنے ان مدارس ومکاتب اور دینی قلعوں کی نہ صرف حفاظت کریں بلکہ اس کو پہلے سے زیادہ مضبوط کریں اور دشمنوں کی چالوں کو سمجھتے ہوئے مدارس کی روح کو باقی رکھتے ہوئے اس کو اپنے بنیادی مقاصد سے ہٹنے نہ دیں۔

ہمیں اپنی دعوتی کوتاہیوں کا بھی جائزہ لینا ہے

عالم اسلام کے ان تشویشناک حالات اور خود اپنے ملک کی ناگفتہ بہ صورت حال میں اسپین کی تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں ہمیں اب ان کوتاہیوں اور غفلتوں سے بھی بچ کر رہنے کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے الحاد وارتداد کی شکل میں وہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا، تاریخ بتاتی ہے کہ دعوتی فرائض سے غفلت اور برادران وطن تک اسلام کا پیغام نہ پہنچانا ان کا سب سے بڑا اور بنیادی جرم تھا، آج ہم سے بھی اس ملک میں پھر وہی غلطی سرزد ہو رہی ہے چنانچہ ہمیں شکوہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کی طرف سے ظلم پر ظلم کے باوجود ان کی پکڑ کیوں نہیں ہو رہی ہے اور ہم مظلوموں کے لیے آسمان سے اللہ کی مدد کیوں نہیں آرہی ہے، دراصل قرآن وحدیث کی روشنی میں ظالم وہ نہیں ہم ہیں اور مظلوم ہم نہیں وہ ہیں، عادۃ اللہ یہ رہی ہے کہ جب بندگانِ خدا تک دعوت کا پیغام پہنچ جاتا ہے اور وہ مسلسل انکار کر کے پھر اہلِ ایمان پر ظلم کرتے ہیں تو ان کی پکڑ ہوتی ہے، اپنے ملک کے اسّی فیصد برادرانِ وطن کے تعلق سے اس وقت ہم اہلِ ایمان کیا یہ کہنے کی پوزیشن میں ہیں کہ ہم نے توحید ورسالت کی عظیم امانت کو ان تک پہنچا دیا ہے یا کم از کم ان کی نظروں سے گزار دیا ہے؟ یقیناً ہم سب کا جواب نفی میں ہے، کتنے ہمارے مسلم سرمایہ دار، صنعت کار اور تجّار ہیں جن کی ماتحتی میں سینکڑوں نہیں ہزاروں غیر مسلم برادرانِ وطن سالوں سے ان کی کمپنیوں میں خدمت انجام دے رہے ہیں یا ان کے تعلیمی وسماجی اداروں میں ملازمت کر رہے ہیں لیکن اس دوران کبھی ہم نے بھول کر بھی زندگی میں ایک دفعہ ہی سہی خود ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے ان کو آخرت کے ہمیشہ ہمیش کے عذاب سے ڈرا کر شرک وکفر سے باز آنے کی ترغیب دی ہے؟ ہم فخر سے کہتے ہیں کہ ہماری دکانوں، آفسوں اور کمپنیوں میں ہمارے سامانِ تجارت کے خریدار مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم ہیں، ان کی گھریلو تقریبات میں ہم شریک ہوتے ہیں اور خوشی کی ہماری محفلوں میں وہ بھی آتے ہیں، لیکن کل قیامت میں جب انھیں شرک کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کی جہنم کی سزا ملے گی اور اس موقع پر ہمارا حوالہ دے کر وہ اللہ تعالیٰ سے انصاف طلب کریں گے کہ اے اللہ! اگر ہمارے ان کے بھائیوں نے ایک بار ہی سہی آپ کے اس پیغام کو ہم تک پہنچایا ہوتا تو شاید آج ہمارے لیے یہ نوبت نہیں آتی، تو اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا؟ یہ سوچ کر ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

بعض خوش کن تجربات

ہمیں ڈر لگا رہتا ہے کہ اگر ہم ان کو براہِ راست اسلام کی دعوت دیں گے تو اس کا منفی ردِ عمل ہوگا اور مسائل کھڑے ہوں گے، لیکن پوری اسلامی اور دعوتی تاریخ بتاتی ہے کہ خوش اسلوبی اور خلوص نیت سے جب اس فریضہ کو انجام دیا گیا تو اس کے نتائج حیرت انگیز طور پر خلاف توقع ہی سامنے آئے، سخت سے سخت دل انسان کے سامنے بھی جب حکمت کے ساتھ اسلام کا تعارف کرایا گیا تو ان کے دل پسیج گئے اور وہ یا تو حلقہ بگوش اسلام ہوئے یا پھر

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

ان کی اسلام کے تعلق سے غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا، خود ہمارے ملک کے ذیل کے بعض واقعات سے جس کا راقم الحروف خود عینی شاہد ہے ان مثبت دعوتی نتائج کی مزید وضاحت ہوسکتی ہے۔

اڈپی کرناٹک کا ساحلی ضلع ہے، پورے ملک میں برہمنوں کا سب سے بڑا مٹھ یہیں واقع ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً تمام صدور اور وزرائے اعظم کسی نہ کسی بہانے یہاں ضرور حاضری دیتے ہیں یہاں کے مذہبی رہنما وشویشھ تیرتھ سوامی جی کے تعلق سے یہ بات عام ہے کہ آخری درجہ کے متعصّب مذہبی رہنما ہیں، 1992ء کے آس پاس مخدوم گرامی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھٹکل آمد کی مناسبت سے عوامی سطح پر ایک بڑا ساحلی اضلاع پر مشتمل پیام انسانیت کا جلسہ تھا، مذکورہ سوامی جی کے نام سے عوام کی بھیڑ جمع ہوسکتی تھی اس لیے ہم نے ان کو بطورِ مہمانِ خصوصی اس میں مدعو کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ہمارے بعض ساتھیوں کا خیال ہی نہیں بلکہ اصرار تھا کہ ان کو مدعو نہ کیا جائے اس لیے کہ وہ اگر جلسہ میں کوئی سخت بات کہہ دیں تو معاملہ الٹ سکتا ہے، ہم نے اس امکانی ضرر سے بچنے کے لیے حضرت مولاناؒ سے اجازت لے کر بی جے پی کے سرکردہ رہنما ڈاکٹر چترنجن جو بعد میں ممبر اسمبلی بھی بنے خود ان کے گھر میں جلسہ سے پہلے مفکر اسلامؒ کی سوامی جی سے خیر سگالی ملاقات کا اہتمام کروایا، وقت مقررہ پر عصر سے قبل خوشگوار ماحول میں یہ ملاقات ہوئی، اس میں سوامی جی کے سامنے حضرت مولانا نے پیامِ انسانیت کی تحریک پر روشنی ڈالی اور یہ بات صاف کردی کہ آج کے اس جلسہ عام میں ہماری گفتگو صرف انسانی واخلاقی پہلوؤں پر ہونی چاہیے، پھر حضرت مولانا نے پیام انسانیت کی تحریک کے پس منظر میں اسلام کا بھی مختصر تعارف کرادیا، اس سے سوامی جی بہت خوش ہوئے اور جاتے ہوئے خود حضرت مولانا سے پیر چھوکر آشیرواد لیا، پھر ایک دوسال کے بعد ہم نے ان کو ایک اور جلسہ میں جامعہ اسلامیہ بلایا، ان کے ساتھ احترام واکرام کا معاملہ کیا اور پورے مدرسہ کا دورہ کرایا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے ساتھ آنے والے اخباری نمائندوں نے دوسرے دن جامعہ، دینی مدارس اور مسلمانوں کے تعلق سے جو رپورٹیں شائع کیں اور مثبت مضامین لکھے وہ ہم لاکھوں روپیہ اشتہار دے کر بھی شائع نہیں کرسکتے تھے، سوامی جی سے مسلسل اس رابطہ اور ان کو اپنے یہاں بلاکر اعزاز واکرام اور تقریر کروانے کا فائدہ یہ ہوا کہ گزشتہ سال رمضان المبارک میں انھوں نے اپنے مٹھ میں مسلمانوں کو بلاکر افطار کی دعوت کی اور اپنے مندر میں ہی ان کے لیے مغرب کی نماز باجماعت کا اہتمام کروایا، اس پر ایک نہ تھمنے والا طوفان فرقہ پرستوں نے کھڑا کردیا، لیکن سوامی جی نے صاف کہہ دیا کہ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے بلکہ اگلے سال بھی مسلمانوں کو بلاکر اس سے زیادہ اکرام کروں گا اور عملاً اس سال بھی انھوں نے افطار کے لیے مسلمانوں کو دوبارہ مدعو کرکے دکھایا، اب خود ان کے اپنے لوگوں کا کہنا ہے کہ سوامی جی کے بیانات پہلے کی طرح شدت والے نہیں رہے بلکہ مسلمانوں کے تعلق سے وہ ہمدردانہ وخیر خواہانہ خیالات کا اظہار کررہے ہیں۔

چار سال قبل ہمارے شہر میں ملک کی ایک اہم تفتیشی ایجنسی کی ایک ٹیم مقیم تھی، ہمارے بعض ساتھیوں کے اصرار پر سابق مہتمم جامعہ حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ کے ساتھ ہماری ان سے ملاقات ہوئی، دوسرے دن ہم نے ان کو جامعہ آنے کی دعوت دی، خصوصی طور پر شعبہ حفظ لے گئے اور وہاں موجود نابینا استاد حافظ محمد اشفاق صاحب سے وہ آیتیں پڑھوائیں جس میں کسی بھی ناحق انسان کو مارنے پر پوری انسانیت کو مارنے کی بات کہی گئی ہے، پھر ان کے سامنے ترجمہ کرکے اس کی تشریح بھی کی، اس پر اس پوری ٹیم کا کہنا تھا کہ اسلام میں ہر انسان کے احترام کے تعلق سے یہ حیرت انگیز باتیں ہم نے پہلی دفعہ سنیں، اس کے بعد ان کی تفتیشی کاروائی میں اس ملاقات کا صاف اثر ہمیں نظر آیا۔ **[جاری]**

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باقی!

مفتی محمد مجیب الرحمٰن دیودرگی
muftimujib@gmail.com

ایک مسلمان کا حقیقی سرمایہ آپ ﷺ سے محبت وعشق ہے، اگر کوئی دل عشقِ نبی سے خالی ہوتو وہ دل دل کہلانے کا مستحق نہیں احادیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے اپنی ذات سے محبت ہی کو اِیمان کامل کی علامت قرار دیا ہے، ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی ذات سے اس کے والدین سے اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (مشکوۃ: ص۱۲) علاّمہ قطب الدینؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تکمیل ایمان کا مدار حبِّ رسول پر ہے، جس شخص میں ذاتِ رسالت سے اس درجے کی محبت نہ ہو کہ اس کے مقابلے پر دنیا کے بڑے سے بڑے رشتے، بڑے سے بڑے تعلق اور بڑی سے بڑی چیز کی محبت بھی بے معنیٰ ہو، وہ کامل مسلمان نہیں ہوسکتا، اگر چہ زبان وقول سے وہ اپنے ایمان واسلام کا کتنا ہی بڑا دعوی کرے (مظاہرِ حق جدید ۱/۷۶) آپ ﷺ سے محبت کا حقیقی مفہوم تو یہی ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع پر ہر چیز کو قربان کردے، اس کے نزدیک آپ ﷺ کی اتباع کے علاوہ دیگر تمام چیزیں ہیچ ہوں، اتباع کے بغیر محبت کا تصور ہو ہی نہیں سکتا، اسی لئے ہر مسلمان آپ ﷺ کی اتباع ہی میں اپنی کامیابی سمجھے، آپ ﷺ سے محبت کے بیشمار واقعات ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے محبت کے واقعات انتہائی قابلِ رشک ہیں، حضرت ابو بکر صدیقؓ جب مسلمان ہوئے، اور اپنی شہادت کا برملا اعلان فرمایا تو کفارِ مکہ آپؓ پر ٹوٹ پڑے، آپؓ کو زخمی کردیا؛ لیکن ان سب کے باوجود جب آپؓ کو ہوش آیا تو انہوں نے اپنے سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں فرمائی؛ بلکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے متعلق دریافت کیا، اور جب تک آپ ﷺ کی خبر نہ دی گئی اس وقت تک کوئی چیز استعمال نہ کی، آپ ﷺ سے حضرات صحابہ کرامؓ کو کیسی محبت تھی؛ بلکہ آپ ﷺ کی ذات مبارک انہیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز تھی؛ اس لئے صحابہ کرامؓ تکالیف خود برداشت کرتے پریشانیاں خود اٹھا کر آپ ﷺ کو راحت پہنچانے کی فکر میں رہتے، حضرت ابو دجانہؓ کا غزوہ احد میں حیرت انگیز طرزِ عمل سیرت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ابو دجانہؓ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی خاطر اپنی پیٹھ کو تیروں کیلئے ڈھال بنالیا تھا؛ یہاں تک کہ بہت سارے تیر اُن کی پیٹھ پر لگے۔ (سیرۃ ابن اسحاق ۱/۳۲۸) عروہ ابن مسعود ثقفی نے آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تو بے اختیار بول اٹھا کہ میں نے تو ایسا قیصر وکسریٰ کے دربار میں بھی نہیں دیکھا۔ ایک صحابی حضرت زید بن دثنہؓ کا واقعہ ہے، جب حضرت زیدؓ کو تختہ دار پر چڑھایا جارہا تھا تو اس موقع پر ابوسفیان نے کہا کہ اے زید کیا تمہیں یہ پسند ہے؟ کہ تم اپنے گھر والوں کے ساتھ اطمینان سے رہو اور تمہاری جگہ پر محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) تختہ دار پر چڑھایا جائے، اس موقع پر حضرت زیدؓ نے ابوسفیان کو جو جواب دیا وہ سیرت کی کتابوں میں جلی عنوان والفاظ کے ساتھ موجود ہے، حضرت زیدؓ نے فرمایا: قسم بخدا میں تو یہ بات بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ ﷺ اپنے مقام ہی پر رہیں اور انہیں کوئی کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں، حضرت زیدؓ کے اس جواب سے حواس باختہ ابوسفیان نے کہا کہ کوئی انسان کسی انسان سے اتنی محبت نہیں کرتا جتنی محمدؐ کے ساتھی محمد ﷺ سے کرتے ہیں

حضرت زیدؓ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے جتنی تکالیف ہوں، وہ سب برداشت کرلوں گا؛ لیکن آپ ﷺ کے لئے میں کسی ادنیٰ سی ادنیٰ تکلیف کو گوارا نہیں کرسکتا۔ حضرت عبداللہؓ بن زید بن عبدربہؓ جو صاحب اذان کے لقب سے مشہور تھے؛ اپنے باغ میں

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

کام کررہے تھے،اسی حالت میں ان کے صاحبزادے نے آکر یہ اندوہناک خبر سنائی کہ سرورِ دو عالم ﷺ وصال فرما گئے ،عشقِ نبوی ﷺ سے سرشار،عشق رسول ﷺ میں سرمست یہ صحابی اس جاں گداز خبر کی ضبط تاب نہ لا سکے، بے تابانہ فضاء میں ہاتھ بلند ہوئے اور زبان سے یہ حسرتناک الفاظ نکلے ،خداوند!اب مجھے بینائی کی دولت سے محروم کردے،تاکہ یہ آنکھیں جو سرکار دو عالم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوا کرتی تھی اب کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں (مظاہر حق جدید ۱/ ۷۷) مرد تو مرد تھے انھیں تو آپ ﷺ سے غایت درجہ محبت تھی ہی؛ لیکن عورتیں بھی آپ ﷺ سے محبت کے سلسلہ میں مردوں سے کہیں پیچھے نہیں تھیں؛ بلکہ عورتیں بھی آپ ﷺ سے محبت کے معاملے مردوں کے دوش بدوش قدم بہ قدم تھیں، ایک انتہائی حیرت انگیز واقعہ اس انصاری عورت کا ہے جو اُحد کے میدان کی طرف آپ ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر دوڑ رہی تھی ،راستہ میں کسی خبر دینے والے نے اس خاتون کو آگاہ کیا کہ تیرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے،اس نے کوئی پرواہ نہیں کی، اس نے اس خبر کو سنی اَن سنی کردی اور آگے بڑھتی چلی گئی ،کسی نے اس خاتون کو دوبارہ مطلع کیا کہ تیرے بھائی کا انتقال ہوگیا اس پر بھی اس نے کوئی توجہ نہ دی اور بڑھتی ہی رہی ، پھر کسی نے اسے مطلع کیا کہ تمھارے باپ کا بھی انتقال ہو چکا ہے یہ سن کر بھی اس نے میدان احد کی طرف اپنا سفر جاری رکھا؛لیکن جب آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو دیکھ چکی تو بے اختیار اس کے زبان سے یہ الفاظ نکلے " كل مصيبة بعدك جلل " ہر مصیبت آپ ﷺ کے بعد ہیچ ہے،یعنی آپ ﷺ کے بعد ہر مصیبت کو ہم گوارہ کر سکتے ہیں؛ لیکن آپ ﷺ کی شہادت کی خبر ہمیں گوارہ نہیں، یہ تھا دورِ نبوت کی عورتوں کا آپ ﷺ سے عشق ،یہی وہ عشق ہے جس نے ان کو کو بقاء نصیب فرمائی ، نیز حضراتِ صحابہ کرامؓ نے اپنی محبت وعشق کے سلسلہ میں فرمایا ہے،حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: آپ ﷺ مجھے میرے نفس سے زیادہ محبوب ہیں عمرؓ بن العاص نے کہا تھا کہ کوئی چیز مجھے آپ ﷺ سے زیادہ محبوب نہیں ۔(شفاء ۲/ ۲۱) حضرت علیؓ سے آپ ﷺ کی محبت کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو کہا: قسم بخدا آپ ﷺ مجھے اپنے مال واولاد اور والدین پیاس کے موقع پر ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہیں ۔(شفاء ۲/ ۲۲) ابن عمرؓ نے ابن زبیر کے قتل کے بعد ان کے قریب ٹھیر کر فرمایا کہ میں نے تم جیسا روزہ دار اور تہجد گزار اور اللہ ورسول سے محبت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (شفاء ۲/ ۲۴) بعض حضراتِ صحابہ کرامؓ کے سلسلہ میں منقول ہے کہ وہ آپ ﷺ سے محبت کی بنا پر نگاہ کو پھیرتے بھی نہیں تھے ۔(شفاء ۲/ ۳۱) اسی طرح عورتوں کے عشقِ نبوی ﷺ کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ فرماتے ہیں: ایک عورت آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی اور یہ کہتی کہ میں اپنے گھر سے اپنے شوہر سے نفرت ، عداوت ، یا بغض کی وجہ سے نہیں نکلی ہوں! بلکہ صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں گھر سے نکل آئی ہوں ۔(سبل الھدیٰ والرشاد ۱۱/ ۴۳۱)

الغرض آپ ﷺ سے محبت کے بے شمار واقعات ہیں جس کا احاطہ انتہائی دشوار اور ناممکن ہے،اس مختصر سے مضمون میں صرف چند واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے،تاکہ یہ واقعات ہمارے لیئے عشقِ نبوی میں اضافہ کا ذریعہ بنیں،ان واقعات کو پڑھ کر ہم بھی اپنے اندرون میں عشقِ نبوی کی شمع روشن کریں،اور آپ ﷺ کے فرمودات کی اتباع کو اپنا نصب العین بنالیں،اس لیے کہ دیگر تمام چیزیں ختم اور فنا ہونے والی ہیں؛لیکن عشق مصطفیٰ ﷺ ہی ایک ایسی عظیم اور بے بہا دولت ہے جس کو دوام ہی دوام ہے؛ بلکہ یہ عشق رسول ﷺ جس ذات کے ساتھ مل جائے،اس فانی ذات کو بھی بقا کی دولت سے معمور کردیتا ہے، پھر اس عاشق رسول ﷺ کے تذکرے آسمان وزمین میں ہمیشہ ہمیش کے لیے باقی رہ جاتے ہیں،اس لیے ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اندرون میں محبت رسول ﷺ پیدا کرنے کی حتی المقدور سعی وجد وجہد کرے، اس کیلئے آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی سعی پیہم کرے۔

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللہی

پھلت میں اصلاح معاشرہ وتحفظ شریعت کانفرنس

پھلت میں اصلاح معاشرہ کمیٹی کے زیر انتظام ۱۶/اکتوبر کو بدھ کی شام میں ایک عظیم الشان پروگرام بعنوان اصلاح معاشرہ و تحفظ شریعت کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا، جس کی سرپرستی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی، اپنے کلیدی خطاب میں آپ نے فرمایا کہ حالات سے انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے حالات آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، کوشش اس بات کی رہے کہ ہم ایسے اعمال کریں کہ جس سے اللہ ہمارے ساتھ ہو، حکومت کی جانب سے این آر سی کے نفاذ کے خطرات کے پیش نظر انہوں نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو ڈرنے کی ضرورت تو نہیں ہے البتہ وقت رہتے اپنے ضروری کاغذات بنوا لیجئے تاکہ مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مہمان خصوصی مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی (سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ، مالیگاؤں) نے اپنے خطاب میں فرمایا مسلمان تجارت میں دھوکہ دیتے ہیں اور لوگوں کیساتھ خیانت کا معاملہ کرتے ہیں، ایسی چیزوں کی اصلاح کی ضرورت ہے اور بڑے پیمانہ پر تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ انہوں بابری مسجد کے مقدمہ کی تازہ ترین سماعت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ہماری طرف سے بابری مسجد کے سلسلے میں جو دستاویزات اور دلائل دیئے جانے تھے وہ ہم سپریم کورٹ میں پیش کر چکے ہیں، نومبر میں سپریم کورٹ کی طرف سے فیصلہ صادر ہونے کا امکان ہے، ایسے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کا انتظار اور اللہ کی ذات سے رجوع ہی مناسب راستہ ہے، انہوں نے پھلت میں جاری مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر نظم دارالقضاء کے قاضی شریعت کو اس پورے خطہ میں منعقد کئے جانے والے اصلاحی جلسوں کی مبارک باد پیش کی۔ اور مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی کی اصلاحی کوششوں کی تحسین کی۔

اپنے صدارتی خطاب میں حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے فرمایا کہ مسلمان مرد وخواتین اگر اپنی زندگیوں میں قانون شریعت کو نافذ کرلیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہماری شریعت کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس لئے ہر ممکن کوشش کریں کہ شریعت پر عمل ہو زندگی کے ہر شعبہ میں ہم شریعت کو ترجیح دیں نہ کہ رسم ورواج کو۔ اصل حکمرانی اس دنیا میں اللہ کی ہے یہ دنیا کے حکام اسی اللہ کی مرضی سے بنائے جاتے ہیں، اس لئے اللہ سے تعلق قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

استقبالیہ کلمات اور اصلاح معاشرہ وشریعت بیداری مہم کے تحت دو درجن کامیاب پروگراموں کے انعقاد کی رپورٹ مفتی محمد عاشق صدیقی نے پیش کی، اس کامیاب اور موثر اجلاس عام میں جہاں ایک طرف پورے علاقہ کے علماء، ذمہ داران مدارس، سرکردہ شخصیات نے شرکت کی وہیں اطراف واکناف سے عوام الناس بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

محمد سعد میرٹھی کی تلاوت اور معروف شاعر کلیم چرتھاولی کی نعت پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا، جامعہ کے مہتمم مولانا محمد طاہر ندوی نے کلمات تشکر پیش کئے، نظامت کے فرائض مولانا وصی سلیمان ندوی نے بخوبی انجام دئے، صدر محترم کی دعا پر پروگرام ختم ہوا، پروگرام میں ڈاکٹر محمد سلیم صدیقی، حافظ محمد ادریس ولی اللہی، سید محمود الحسن، قاری حفظ الرحمٰن انصاری، مفتی مجیب الرحمٰن ندوی، مولانا عبد الصمد، مفتی اسامہ ادریس ندوی، محمد شاہنواز کلیانپوری، مولانا ثاقب ندوی، ماسٹر ارشاد، مولانا ریاض ندوی اور قاری محمد اعظم اور قاری رفیع الدین نے خصوصی تعاون کیا۔

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: ایک شخص لائف انشورنس کی کمپنی میں ملازمت کرنا چاہتا ہے، اس میں تحریر بنانے کا کام اس کیلئے کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

ج: لائف انشورنس کمپنی کی بنیاد چونکہ سود اور جوئے پر ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں شریعت اسلامی میں ناجائز اور حرام ہیں تو ان میں معاون بننا بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے اور اس میں معاون بننے والوں کو ملعون قرار دیا ہے اور چونکہ انشورنس کمپنی میں لکھنے پڑھنے کی ملازمت کرنا سود اور جوئے میں تعاون کرنا ہے اس لیے اس کی ملازمت جائز نہیں ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی درست نہیں ہوگی۔

قرآن کریم میں ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (المائدۃ: ۲) عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ .قَالَ: قُلْتُ: وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ؟ قَالَ: إِنَّمَا نُحَدِّثُ بِمَا سَمِعْنَا (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۵۹۷)

س: میرے موبائل فون پر ایسی نجاست لگ گئی جو نظر نہ آئے، جیسے ناپاک پانی۔ تو کیا اس کو پاک صاف کپڑے سے رگڑنے سے وہ موبائل پاک ہوجائے گا؟ اور کیا اس کو گیلے ہاتھوں سے اٹھانے یا استعمال کرنے سے ہاتھ ناپاک ہوجائے گا؟

ج: موبائل فون ایک ٹھوس چیز ہے جس میں مسامات نہیں ہوتے، اس پر نظر نہ آنے والی نجاست لگ جائے تو اس کو پاک کپڑے سے صاف کردینے اور رگڑ دینے سے وہ پاک ہوجائے گا، جب کہ نجاست کا اثر ختم ہوجائے۔ البتہ اگر سوراخوں میں نجاست چلی جائے تو ان سوراخوں میں پانی ڈال کر دھونا لازم ہے، لیپ ٹاپ یا موبائل پر غیر مرئی نجاست لگ جائے اور اس کو پاک کپڑے سے رگڑنے سے پہلے گیلے ہاتھوں سے نجاست کی جگہ سے پکڑ لیا تو ہاتھ ناپاک ہوجائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

س: آج کل سائنسی دور میں اگر کسی شخص کے اولاد پیدا نہ ہوتی ہو تو اس شخص کا پانی یا کسی دوسرے شخص کا پانی اور اس شخص کی بیوی کا پانی یا کسی دوسری عورت کا پانی ٹیسٹ ٹیوب میں لے کر اس کو دیکھ لیتے ہیں کہ اگر اس میں ترقی ہو رہی ہو تو وہ ملا ہوا پانی اسی شخص کی بیوی کے مادر رحم میں انجکشن سے ڈال دیتے ہیں اور عورت کے بچہ پیدا ہوجاتا ہے، اس پیدا شدہ بچہ کی کیا نوعیت ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

ج: یہ عمل مذکورہ تمام صورتوں میں ناجائز اور حرام ہے، نیز اگر غیر مرد کا پانی مذکورہ شخص کی بیوی کے رحم میں ڈال دیا جائے تو یہ عمل بھی حرام اور جو بچہ ہوگا وہ بھی حرام کا ہوگا۔

گو ''الولد للفراش'' کے اصول سے اس کو مذکورہ شخص کی طرف منسوب کیا جاتا ہو، اس لئے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہوگا، نیز مذکورہ شخص کا پانی اجنبی عورت کے پانی میں ملا کر اس کی بیوی کے رحم میں ڈال دیا جائے اور اس سے بچہ پیدا ہوجائے تو ایسی صورت میں عورت و مرد کے پانی کا ملنا عقد شرعی کے ساتھ حلال طریقہ سے نہیں ہوا ہے اس لئے یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۸/۳۲۵، قدیم ۵/۱۵۲، فتاویٰ رحیمیہ جدید زکریا ۱۰/۱۷۹، قدیم ۶/۲۸۰)

قال رسول اللہ ﷺ: لا یحل لامرء یؤمن باللہ والیوم الآخر أن یسقی ماء ہ زرع غیرہ. (السنن الکبریٰ للبیہقی، باب استبراء من ملک المتعۃ، دار الفکر ۱۱/۴۴۱)

PDF Created by # Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com}

آخری صفحہ

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی ، غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے در گزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کا شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

تقریبا چودہ سو برس ہوئے ، جب ایک خشک اور پتھریلی زمین میں ، اَن پڑھوں کے گھرانے میں ایک ہستی اِن اوصاف کے ساتھ ظاہر ہوئی تھی ، چاند کی سالانہ گردش اس کی تاریخ ولادت کو پھر ایک بار دوہرا کر قریب لے آئی ہے، سوال یہ ہے کہ چودہ سو برس کے بعد امت کو اپنے امام سے کوئی مناسبت باقی رہ گئی ہے؟ سرسبز و شاداب ملکوں کے باشندوں، تعلیم یافتہ و شائستہ مسلمانوں کی زندگیوں میں اپنے سردار و پیشوا، ہادی و رہ نما کی زندگی کا کوئی شائبہ بھی باقی رہ گیا ہے؟ جس پاک زندگی کے اوصاف اوپر بیان ہوئے، اس کا کوئی پرتو ہم اپنی ناپاک زندگیوں میں پاتے ہیں؟

ہماری شفقت و رحمت بھی ضرب المثل ہے؟
ہم بھی غریبوں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں؟
ہم بھی غیروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے رہتے ہیں؟
ہم بھی اپنوں اور غیروں کی غم خواری میں لگے رہتے ہیں؟
ہماری ذات بھی فقیروں اور ضعیفوں ، یتیموں اور غلاموں کے لئے مرجع امید ہے؟
ہم کو بھی عفو و درگزر کی عادت ہے؟
ہم نے بھی اپنے حسن اخلاق سے کبھی دشمن کو دوست بنایا ہے؟
ہم نے بھی کبھی کسی بدی کی بیخ کنی کی ہے؟
ہم کو بھی کبھی بچھڑے ہوئے دلوں کے ملا دینے کی توفیق ہوئی ہے؟
ہم نے بھی کبھی قوم و ملت کی اصلاح و فلاح کی خاطر گوشہ نشینی اختیار کی ہے؟
ہمیں بھی قومی اور شخصی زندگی کے سدھارنے کا کوئی نسخہ ہاتھ آیا ہے؟

ہندو اور پارسی، عیسائی اور یہودی، سکھ اور جین، تمام غیر مسلم قومیں جو آج ہمارے آقا و سردار کی زندگی سے واقف ہونا چاہتی ہیں، ان میں سے کوئی قرآن کا مطالعہ نہیں کرتی، دفتر احادیث کی ورق گردانی نہیں کرتی، سیرت و شمائل نبوی پر عشاق کے قلم نے جو ضخیم مجلدات تیار کر دئے ہیں، ان کی الٹ پلٹ کی فرصت نہیں رکھتیں، وہ تو صرف ہماری زندگی کو دیکھتی ہیں، امت کی سیرت سے، رسول کی سیرت کا، پیروؤں کے اخلاق سے، امام کے اخلاق کا اندازہ لگاتی ہیں، غیروں کی نگاہ میں اپنے محبوب آقا کو نیک نام یا (خدا نا خواستہ) بدنام کرنا اس وقت ہمارے اختیار میں ہے۔

پس اے بھائیو اور بزرگو، دوستو اور عزیزو! اپنی ناپاک زندگیوں سے اس پاک زندگی میں داغ نہ لگاؤ، اور کوشش کرو، کہ اس پاک و صاف، روشن و بے داغ زندگی کا کچھ ہلکا سا نمونہ تو ہماری اور تمہاری زندگیوں میں بھی نظر آنے لگے۔

مولانا عبد الماجد دریابادی

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان